نشان راہ
مدیر اعلیٰ کے قلم سے
ماہنامہ عرفات لاہور
ستمبر 2026ء
اداریہ
مکہ مشترکہ دفاعی معاہدہ"
پس منظر و پیش منظر
ڈاکٹر محمد راغب حسین نعیمی (ستارہ امتیاز)
مسجد کا کردار:
عبادت گاہ سے معاشرتی اصلاح تک
مفتی تنویر احمد ہزاروی
ادارہ عرفات دارالعلوم جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو، لاہور

فہرست عرفات

نمبر شمار	عنوانات	تحریر	صفحہ نمبر
1	حمد باری تعالیٰ	عثمان ظفر	3
2	نعت رسول مقبول ﷺ	امام احمد رضا خان بریلوی	4
3	اداریہ	ڈاکٹر محمد راغب حسین نعیمی	5
4	خلاصۃ القرآن	ڈاکٹر محمد راغب حسین نعیمی	8
5	حضرت تبع کا خط بنام سرورِ کائنات ﷺ	علامہ غلام نصیر الدین	10
6	سیکولرزم کو روکنے کے لیے ہم کیا کر سکتے ہیں؟	مفتی محمد اعجاز فریدی	17
7	مسجد کا کردار: عبادت گاہ سے معاشرتی اصلاح تک	مفتی تنویر احمد ہزاروی	19
8	سائبر کرائم اور ڈیجیٹل اخلاقیات	مولانا محمد آصف سعیدی	25
9	جدید خاندانی بحران اور سیرتِ نبوی ﷺ سے رہنمائی	مفتی محمد احتشام الحق جلالی	33
10	آپ نے پوچھا ہے؟	مفتی محمد مدنی سعیدی	40
11	عرفات میں گلستانِ نصیر	علامہ غلام نصیر الدین چشتی	44

حمدِ باری تعالیٰ

سامنے ہے نظر بھی نہ آتا ہے تو
راز دل کے سبھی جان جاتا ہے تو
دھوپ تپتی کہیں تو کہیں ہے گھٹا
اپنی قدرت کے جلوے دکھاتا ہے تو
جل گیا طورِ سینا جھلک سے تیری
کیسے دل میں نہ جانے سماتا ہے تو
سوچتا رہ گیا میں پہاڑوں سے جب
میٹھے پانی کے چشمے بہاتا ہے تو
کوئی حاجت روا ہے نہ تیرے سوا
مشکلوں سے ہمیشہ بچاتا ہے تو
رحمتوں کی نویدیں سنا کر ہمیں
آس بخشش کی ہم کو لگاتا ہے تو
ناامیدی نہیں ہے ذرا بھی ظفرؔ
جب گدا کو بھی حاکم بناتا ہے تو

(عثمان ظفر)

☆☆☆☆☆

نعتِ رسولِ مقبول ﷺ

عرش کی عقل دنگ ہے چرخ میں آسمان ہے
جانِ مراد اب کدھر ہائے ترا مکان ہے
عرش پہ تازہ چھیڑ چھاڑ فرش پہ طرفہ دھوم دھام
کان جدھر لگایئے تیری ہی داستان ہے
وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو
جان ہیں وہ جہان کی جان ہے تو جہاں ہے
گود میں عالمِ شباب حالِ شباب کچھ نہ پوچھ!
گلبنِ باغِ نور کی اور ہی کچھ اٹھان ہے
تجھ سا سیاہ کار کون اُن سا شفیع ہے کہاں
پھر وہ تجھی کو بھول جائیں دل یہ ترا گمان ہے
پیشِ نظر وہ نو بہار سجدے کو دل ہے بیقرار
روکئے سر کو روکئے ہاں یہی امتحان ہے
شانِ خدا نہ ساتھ دے ان کے خرام کا وہ باز
سدرہ سے تازمیں جسے نرم سی اک اڑان ہے
بارِ جلال اٹھا لیا گرچہ کلیجہ شق ہوا
یوں تو یہ ماہِ سبز رنگ نظروں میں دھان پان ہے
خوف نہ رکھ رضا ذرا تُو تو ہے عبدِ مصطفیٰ ﷺ
تیرے لیے امان ہے تیرے لیے امان ہے

(امام احمد رضا خان بریلوی)

☆☆☆☆☆

اداریہ

مکہ مشترکہ دفاعی معاہدہ ''پس منظر و پیش منظر

ڈاکٹر محمد راغب حسین نعیمی (ستارۂ امتیاز)

7 اگست 2026ء سعودی عرب کے شہر " مکہ " میں ترکی، پاکستان اور سعودی عرب کے مابین مشترکہ معاہدہ پر دستخط ہوئے۔ اس معاہدہ پر ترکی کے صدر طیب اردوان، پاکستان کے وزیر اعظم محمد شہباز شریف اور سعودی عرب کے ولی عہد محمد بن سلمان نے دستخط کیے۔

اس معاہدے کی دھوم پوری دنیا میں مچی۔ یہ معاہدہ ایسے وقت میں ہوا جب مشرق وسطیٰ میں جنگ کے بادل ابھی چھٹے نہ ہوئے ہیں۔ اس معاہدہ میں پاکستان کی شمولیت بظاہر حیرت انگیز ہے کہ اس سے قبل ایران اور مشرق وسطیٰ وسعودی عرب کے مابین جنگ ختم کروانے کے لیے ثالث کا کردار ادا کرتا رہا۔ ایران وامریکہ کے مابین جاری جنگ کی بندش میں اہم کردار ادا کیا۔ لیکن اس معاہدہ میں شمولیت نے پاکستان کے اس کردار کو گہنا تو نہیں دیا؟ اور کیا اب پاکستان یہ سمجھنے پر مجبور ہو گیا ہے کہ ایران بھی جنگ بندی میں زیادہ سنجیدہ نہ ہے؟

ان سوالات کا جواب آسان ہے۔ اس معاہدہ میں شمولیت نے پاکستان کے کردار کو گہنایا تو نہیں بلکہ اور زیادہ واضح کر دیا ہے کہ پاکستان جنگ میں ثالثی کا کردار ادا کرے گا بلکہ اس امر کی ضمانت بھی بن رہا ہے کہ سہ فریقی بلاک کی وجہ سے دفاعی طاقت میں اضافہ ہوا اور اس وجہ سے جنگ نہ ہو جائے۔ جہاں تک بات ہے ایران کے امریکہ اور دیگر کے ساتھ جنگ ختم کرنے کے سنجیدہ رویہ کی تو واضح ہے کہ دونوں ممالک اس وقت سستی کر رہے ہیں۔ اپنی طاقت کو مجتمع کر رہے ہیں۔ ایسے میں تہران یہ سمجھ رہا ہے کہ یہ نیا بلاک سنی بلاک ہے۔ اور اس کے خلاف استعمال ہوگا۔

جبکہ تینوں ممالک کا یہ کہنا ہے کہ یہ ایک مشترکہ دفاعی معاہدہ ہے۔ اس کے بارے میں کہا جا رہا ہے کہ ''Nato'' کے آرٹیکل 5 جیسا ہے۔ اس معاہدے کی بنیادی شق ''کسی ایک ملک

پر حملہ تینوں پر حملہ سمجھا جائے گا''۔ بنیادی طور پر یہ واضح ہو رہا ہے کہ ایران کو سعودی عرب پر حملہ سے روکا جائے کہ جب کبھی ایران سعودی عرب پر حملہ کریگا تو پاکستان اور ترکی سعودی عرب کے دفاع میں آئیں گے۔

اگر چہ اس معاہدے نے پاکستان کے ثالثی کے کردار کو ضرور متاثر کیا ہے۔لیکن ایران نے اس معاہدے کے بعد یمن،عراق اور لبنان میں اپنی پراکسیز کے ذریعے دباؤ میں اضافہ بھی کیا ہے۔اور یوں لگ رہا ہے کہ آئندہ آنے والے وقت میں خاص طور پر یمنی حوثی پراکسیز کے ذریعے سعودی عرب،عراقی پراکسیز کے ذریعے امریکہ اور لبنانی پراکسیز کے ذریعے اسرائیل کو سخت وقت دے گا۔

ایران ایسے حالات میں جنگ بندی چاہتا ہے لیکن اپنے زور بازو اور اپنی شرائط پر۔ اگر چہ ایران کے معاشی حالات اس جنگ سے دگرگوں ہو رہے ہیں اور اندرونی طور پر عوام بھی جنگ سے تنگ نظر آ رہی ہے خصوصاً مہنگائی نے انھیں پریشان کر دیا ہے۔اب یہ آنے والا وقت بتائے گا کہ ایران اس جنگ کو مزید چلاتا ہے یا مذاکرات کے ذریعے ختم کراتا ہے۔ایسے میں سیرت النبی ﷺ سے حاصل کردہ رہنمائی بھی اسے اس کیفیت سے نکال سکتی ہے۔

سعودی عرب نے اس معاہدہ کے ذریعے امریکہ پر اپنا انحصار کم کیا ہے اور اپنے دفاع کے لیے مسلم ممالک کے ساتھ معاہدہ نے ایک نئے بلاک کی بنیاد رکھی ہے۔اس معاہدے میں آگے چل کر مزید ممالک بھی شامل ہو سکتے ہیں۔

اس معاہدے کا مرکزی دفتر ریاض میں قائم ہوگا اور ابتدائی طور پر پاکستان سے تین سال کے لیے پہلا سیکرٹری جنرل کام کرے گا۔

اس معاہدے نے سعودی عرب کی مالی اور عسکری طاقت، ترکی کی جدید دفاعی صنعت اور پاکستان کی عسکری صلاحیت و تزویراتی وزن کو ایک جگہ جمع کر دیا ہے۔اس طرح تینوں ممالک کو مشرق وسطیٰ میں بڑھتی کشیدگی اور سیکورٹی خدشات کی وجہ سے موثر اجتماعی دفاعی حصار میسر آ گیا

ہے۔لیکن اگر کبھی کوئی جنگ شروع ہوگئی کسی بھی ایک ملک کے خلاف تو تینوں ممالک کی عسکری اور معاشی صلاحیتوں پر بڑا بوجھ بن سکتا ہے۔

اس معاہدہ کے بعد استنبول میں منعقدہ اجلاس میں تینوں ممالک کے وزراء خارجہ نے طے پانے والی مفاہمت پر عمل درآمد کا جائزہ لیا اور قریبی رابطہ رکھنے پر اتفاق کیا۔

اس معاہدے نے ماضی کی وہ تلخیاں جو سعودی عرب اور ترکی کے درمیان موجود تھیں یکسر ختم کردی ہیں۔اس معاہدے کی وجہ سے ترکی کے لیے نیٹو سے علیحدگی کا کوئی امکان نظر نہیں آتا ہے۔جبکہ پاکستان کو زیادہ فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ پاکستان کو سعودی سرمایہ کاری تک رسائی حاصل ہوسکتی ہے ساتھ ہی ترکی کے ساتھ دفاعی صنعت میں گہرا تعاون بڑھنے کا امکان ہے۔

ان حالات میں مشرق وسطیٰ کے خلیجی ممالک اور ایران کو ایک دوسرے پر اپنی چودھراہٹ قائم کرنے کی بجائے معاشی وعلاقائی تعاون کی طرف آنا ہوگا۔ایران کو خلیجی ممالک پر حملہ بند کرنا ہوں گے اور خلیجی ممالک کو یقین دلانا ہوگا کہ ان کی سرزمین کسی بھی طرح ایران کے خلاف استعمال نہ ہوگی۔اس طرح علاقے سے امریکی اثر ورسوخ کو کم کرنا بھی ہوگا۔حقیقت تو یہ ہے کہ امریکہ چلا جائے گا لیکن ایران اور دیگر خلیجی ممالک کو ہمیشہ ایک دوسرے کے ہمسائیگی میں رہنا ہوگا۔اور اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ان کی جغرافیائی حیثیت کبھی بھی تبدیل نہیں ہوسکتی۔اس لیے بہتر ہوگا کہ وہ باہمی سلامتی کے پرامن بقائے باہمی کا کوئی قابل عمل طریقہ اپناتے ہوئے دفاع کے ساتھ ساتھ معیشت،مشترکہ کرنسی،ٹیکنالوجی،تعلیم سمیت باہمی تجارت اور سفارت کاری میں بھی ایک دوسرے کے قریب آجائیں۔

☆☆☆☆☆

خلاصۃ القرآن

ڈاکٹر محمد راغب حسین نعیمی (ستارۂ امتیاز)

وقت چینل پر علامہ ڈاکٹر محمد راغب حسین نعیمی ناظم اعلی دارالعلوم جامعہ نعیمیہ نے قرآن پاک کا خلاصہ **''اسلام نظام حیات''** کے نام سے پیش کیے جانے والے پروگرام میں بیان کیا ہے۔بعض ضروری ترامیم و اضافہ کے بعد قارئین کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے۔امید ہے آپ اس کو پسند فرمائیں گے۔اس پروگرام میں میزبانی کے فرائض جناب فاروق احمد الحسینی صاحب نے سرانجام دیئے ہیں۔ آپ اس پروگرام کو Youtube پر بھی ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

سورۃ البروج

قرآن مجید کی 85ویں سورت جس میں 22 آیات ہیں۔

نام

پہلی آیت کے لفظ البروج کو اس کا نام قرار دیا گیا ہے۔

زمانہ نزول

اس سورت کا مضمون خود یہ بتا رہا ہے کہ یہ سورت مکہ معظّمہ کے اُس دور میں نازل ہوئی ہے جب ظلم وستم پوری شدت کے ساتھ برپا تھا اور کفارِ مکہ مسلمانوں کو سخت سے سخت عذاب دے کر ایمان سے پھیر دینے کی کوشش کر رہے تھے۔

موضوع اور مضمون

اس سورت کا موضوع کفار کو اُس ظلم وستم کے برے انجام سے خبردار کرنا ہے جو وہ ایمان لانے والوں پر توڑ رہے تھے اور اہل ایمان کو یہ تسلی دینا ہے کہ اگر وہ ان مظالم کے مقابلے

میں ثابت قدم رہیں گے تو ان کو اس کا بہترین اجر ملے گا اور اللہ تعالیٰ ظالموں سے بدلہ لے گا۔ اس سلسلے میں سب سے پہلے اصحاب الاخدود کا قصہ سنایا گیا ہے جنھوں نے ایمان لانے والوں کو آگ سے بھرے ہوئے گڑھوں میں پھینک پھینک کر جلا دیا تھا اور اس قصے کے پیرائے میں چند باتیں مؤمنوں اور کافروں کے ذہن نشین کرائی گئی ہیں۔ ایک یہ جس طرح اصحاب الاخدود خدا کی لعنت اور اُس کی مار کے مستحق ہوئے اِسی طرح سردارانِ مکہ بھی اِس کے مستحق بن رہے ہیں۔ دوسرے یہ جس طرح ایمان لانے والوں نے اس وقت آگ کے گڑھوں میں گر کر جان دے دینا قبول کر لیا تھا اور ایمان سے پھرنا قبول نہیں کیا تھا، اسی طرح اب بھی اہل ایمان کو چاہیے کہ ہر سخت سے سخت عذاب بھگت لیں مگر ایمان کی راہ سے نہ ہٹیں۔ تیسرے یہ جس خدا کے ماننے پر کافر بگڑتے اور اہل ایمان اصرار کرتے ہیں وہ سب پر غالب ہے، زمین و آسمان کی سلطنت کا مالک ہے، اپنی ذات میں آپ حمد کا مستحق ہے اور دونوں گروہوں کے حال کو دیکھ رہا ہے، اس لیے یہ امر یقینی ہے کہ کافروں کو نہ صرف ان کے کفر کی سزا جہنم کی صورت میں ملے، بلکہ اس پر مزید ان کے ظلم کی سزا بھی ان کو آگ کے چرکے دینے کی شکل میں بھگتنی پڑے۔ اسی طرح یہ امر بھی یقینی ہے کہ ایمان لا کر نیک عمل کرنے والے جنت میں جائیں اور یہی بڑی کامیابی ہے۔ پھر کفار کو خبردار کیا گیا ہے کہ خدا کی پکڑ بڑی سخت ہے، اگر تم اپنے جتھے کی طاقت کے زُعم میں مبتلا ہو تو تم سے بڑے جتھے فرعون اور ثمود کے پاس تھے، ان کے لشکروں کا جو انجام ہوا ہے اس سے سبق حاصل کرو۔ خدا کی قدرت تم پر اس طرح محیط ہے کہ اس کے گھیرے سے تم نکل نہیں سکتے اور قرآن، جس کی تکذیب پر تم تلے ہوئے ہو، اس کی ہر بات اٹل ہے، وہ اس لوح محفوظ میں ثبت ہے جس کا لکھا کسی کے بدلے نہیں بدل سکتا۔

☆☆☆☆☆

حضرت تبع کا خط بنام سرورِ کائنات ﷺ

(علامہ غلام نصیر الدین چشتی)

بسم اللّٰہ الرَّحمن الرَّحیم

قال تعالیٰ :اھم خیر ام قوم تبع. (الدخان:۲۷)

ھو نبی او رجل صالح. (جلالین شریف)

ترجمہ تفسیری عبارت: علامہ صاوی فرماتے ہیں:

ھو الحمیری ابو کرب واسمہ اسعد، والیہ تنسب الانصار، بنی الحیرۃ بکسر الحاء بعدھا مثناۃ تحیۃ فراء مھملۃ، مدینہ بقرب الکوفۃ، وبنی سمر قند، واراد غزوالبیت وتخریب المدینۃ، فاخبر بانھا مھاجر نبی اسمہ احمد، فکف عنھا وکسا البیت بالحیرہ، وکتب کتابا واودعہ عند اھل المدینۃ وکانوا یتوار ثونہ کابرا عن کابر الی ان ھاجر النبیﷺ فدفعوہ الیہ، یقال عند ابی ایوب خالد بن زید فیہ.

شھدت علی احمد
انہ رسول اللّٰہ باری النسم
فلومد عمری الی عمرہ
لکنت وزیرا وابن عم

اما بعد: فانی امنت بک وبکتابک الذی ینزل علیک، وانا علی دینک وسنتک، وآمنت بربک ورب کل شیء وآمنت بکل ماجاء من ربک من شرائع الاسلام، فان ادرکتک فبھا ونعمت وان لم ادرکک فاشفع لی، ولا تنسٰی یوم القیامۃ فانی من امتک الاولین، وبایعتک قبل مجیئک، وانا علی ملتک وملۃ ابیک ابراھیمﷺ ثم ختم الکتاب ونقش علیہ للّٰہ الامر من

قبل ومن بعد، وكتب على عنوانه:

الى محمد بن عبدالله، نبى الله ورسوله خاتم النبيين ورسول رب العالمين ﷺ من تبع الاول.

وكان من اليوم الذى مات فيه تبع الى اليوم الذى بعث فيه النبى ﷺ الف سنة، لا يزيد ولا ينقص.

قوله: (هو نبى او رجل صالح) او لحكاية الخلاف، فالقول الاول لابن عباس، والثانى لعائشة رضى الله عنهما، وكان ملكا من الملوك، وكان قومه كهانا وكان معهم من اهل الكتاب فامر الفريقين ان يقرب كل فريق منهم قربانا ففعلوا، فتقبل قربان اهل الكتاب فاسلم. (جلد:۵ص۱۹۱۵)

ترجمہ:اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **اهم خير ام قوم تبع**۔''کیاوہ بہتر ہیں یا تبع کی قوم۔''
(الدخان:۳۷)

تفسیر جلالین: **تبع هو نبى او رجل صالح**. (جلالین شریف)

''تبع نبی ہیں یا مرد صالح (اس کے اندر اختلاف ہے)''

علامہ صاوی فرماتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ تبع نبی ہیں اور حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ (تبع) ایک نیک مرد ہوئے ہیں جو ملک یمن کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ تھے۔اس کی قوم کاہنوں کی قوم تھی اوران کے ساتھ اہل کتاب لوگ بھی تھے تبع (بادشاہ) نے دونوں فریقوں (اہل کتاب اور کاہنوں) کو حکم دیا کہ دونوں فریق اپنی اپنی قربانی پیش کریں پس انہوں نے ایسا کیا تو اہل کتاب کی قربانی کو قدرت نے قبول فرمالیا جس پر (تبع) مسلمان ہوگیا۔(تفسیر صاوی علی الجلالین، ج:۵،ص:۱۹۱۵)

علامہ صاوی لکھتے ہیں: تبع کا تعلق قبیلہ حمیر سے تھا اس لئے اس کو تبع حمیری کہا جاتا

ہے۔اس کا نام اسعد ہے قبیلہ انصار کا یہ جدِاعلیٰ ہے کوفہ کے قریب ایک شہر (حیرۃ) ہے اس کا بانی یہی شخص ہے۔اس کے علاوہ شہر سمرقند بھی اسی نے بنایا تھا، بیت اللہ شریف پر حملہ اور مدینہ شریف میں تخریب کاری کا منصوبہ بنایا تھا جب اُس کو خبر دی گئی کہ مدینہ منورہ (یثرب) ایک نبی مکرم جن کا اسم مبارک احمد ہے، اُن کی جائے ہجرت ہے تو تبع بادشاہ اپنے ارادے سے رک گیا اور اس نے حرمین شریفین کی تخریب کا ارادہ ترک کر دیا اور بیت اللہ شریف پر دھاری دار کپڑے کا غلاف پہنایا اور ایک مکتوب لکھ کر اہلِ مدینہ (یثرب) کے پاس امانت کے طور پر محفوظ کر دیا۔اور یہ مکتوب نسل بہ نسل اہل مدینہ کے پاس منتقل ہوتا رہا یہاں تک کہ حضور نبی اکرم ﷺ مکہ معظّمہ سے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے آئے اور اہل مدینہ نے وہ مکتوب آپ ﷺ کو پہنچایا۔روایت ہے کہ یہ مکتوب حضرت ابوایوب خالد بن زید کے پاس تھا اس میں لکھا ہوا تھا:

شهدت علی احمد انه
رسول اللّٰه باری النسم
فلو مد عمری الی عمره
لکنت وزیرا و ابن عم

''میں گواہی دیتا ہوں کہ احمد (مصطفیٰ ﷺ) روحوں کے خالق اللہ تعالیٰ عزوجل کے پیغمبر ہیں سو اگر میری عمر آپ ﷺ کی زندگی تک دراز ہوئی تو میں آپ ﷺ کا وزیر ہوں گا اور آپ کا عم زاد۔''

امابعد! تحقیق میں آپ پر ایمان لایا اور آپ پر نازل ہونے والی کتاب (قرآن مجید) پر ایمان لایا اور میں آپ کے دین اور آپ کی سنت پر ایمان لانے والا ہوں اور میں آپ کے رب اور ہر شے کے رب پر ایمان لایا اور میں ان تمام احکام شریعت پر ایمان لایا جو آپ اپنے رب کی طرف سے لے کر مبعوث ہونے والے ہیں۔اگر میں نے آپ کو پالیا تو بہت اچھا ہے اور یہ نعمت غیر مترقبہ ہے ورنہ بصورت دیگر آپ میری شفاعت فرمانا اور یارسول اللہ ﷺ مجھے قیامت کے دن

فراموش نہ فرمانا کیونکہ بلاشبہ میں آپ کی امت کے اولین لوگوں میں سے ہوں اور میں آپ کی تشریف آوری سے پہلے آپ کی بیعت کرنے والا ہوں اور میں آپ کے جد اعلیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملت پر ہوں۔

پھر اُس نے مکتوب پر مہر لگائی اور اُس مہر کا نقش تھا: **للّٰہ الامر من قبل ومن بعد۔** اللہ ہی کے لئے ثابت ہے امر اس سے پہلے بھی اور اس کے بعد بھی۔

نوٹ: خط پر جو سرنامہ لکھا اس کے الفاظ یہ تھے:

الی محمد بن عبداللّٰہ ورسولہ خاتم النبیین ورسول رب العالمینﷺ۔

تبع کی وفات اور نبی اکرمﷺ کی بعثت کے درمیان پورے ایک ہزار سال کا فاصلہ ہے ذرا کم نہ زیادہ۔

تاریخ ولادت مبارک

حضورﷺ کی ولادتِ باسعادت قدماء کے نزدیک زیادہ معروف اور مختار قول کے مطابق بروز پیر بارہ ربیع الاول عام الفیل بمطابق بائیس اپریل ۵۷۱ء بمطابق یکم جیٹھ ۶۲۸ (چھ سو اٹھائیس) بکرمی بعد طلوعِ صبحِ صادق، قبل طلوعِ آفتاب ہوئی بقول قاضی سلمان منصور پوری اس دن مکہ معظّمہ میں صبح صادق کا طلوع ۴ بج کر ۲۰ منٹ پر ہوا تھا اور ایک جیٹھ کی تاریخ کو شروع ہوئے ۱۳ گھنٹے ۱۶ منٹ گزر چکے تھے۔ عرب میں آج کل جو دوسرا نظام الاوقات مروج ہے اس کے مطابق اس دن صبح صادق کا طلوع ۹ بج کر ۵۷ منٹ پر ہوا تھا۔

(ماہنامہ نور الحبیب بصیر پور، ص ۵۸، میلاد النبیﷺ نمبر ۱۱۱ اکتوبر ۱۹۹۲ء)

محمد مصطفیٰﷺ آئے بہاروں پر بہار آئی
زمیں کو چومنے جنت کی خوشبو بار بار آئی
وہ آئے تو منادی ہو گئی صائمؔ زمانے میں
بہار آئی ، بہار آئی ، بہار آئی ، بہار آئی

اکابر اہل اسلام کی میلاد کے متعلق رائے اور عمل:

مولانا کوثر نیازی لکھتے ہیں: قرونِ اولیٰ سے اکابر علمائے اسلام یوم ولادت آنحضرت ﷺ کو خیر و برکت کا دن مانتے اور اِسے عیدِ سعید کی طرح مناتے چلے آئے ہیں اور اُن اکابر علماء میں وہ زعمائے ملت بھی شامل ہیں جو ارتکاب بدعت کا تصور بھی نہ کر سکتے تھے بلکہ جن کی مبارک زندگیاں بدعات کو ختم کرنے اور سیئات کے خلاف جہاد کرنے میں گزری ہیں۔

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے والد بزرگوار حضرت شاہ عبدالرحیم فرماتے ہیں:

میں ہر سال ایام مولود شریف میں کھانا پکا کر لوگوں کو کھلایا کرتا ہوں، ایک سال قحط کی وجہ سے بھنے ہوئے چنوں کے سوا کچھ میسر نہ ہوا میں نے وہی چنے تقسیم کر دیئے۔ رات کو حضور ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہی بھنے ہوئے چنے حضور ﷺ کے سامنے رکھے ہوئے ہیں اور حضور ﷺ اُن چنوں سے بہت مسرور اور خوش ہیں۔

(الدر الثمین، ص۸، بحوالہ ماہنامہ نور الحبیب، میلاد نمبر، ص۹۱، جلد:۴، شمارہ:۹،۱۰، ۱۹۹۲ء)

سید نور محمد قادری ''میلاد شریف اور علامہ اقبال''

میں لکھتے ہیں: لاہور میں میلاد شریف کا باقاعدہ اجتماع سنہ ۱۹۱۱ء میں اسلامیہ کالج میں منعقد ہوا جس کی صدارت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ (دربار علی پور شریف سیالکوٹ) نے کی۔ مقررین میں حضرت علامہ اقبال بھی شامل تھے۔ اس متبرک جلسہ کی روئیداد رسالہ ''تہذیب نسواں'' میں شائع ہوئی۔ ۱۹۲۹ء، ۱۹۳۰ء میں علامہ اقبال نے دیگر اکابر ملت سے مل کر میلاد شریف کی محافل کے انعقاد کے لئے اخبارات میں ایک اپیل شائع کی۔ حضرت علامہ کے علاوہ جن اکابر نے اس اپیل پر دستخط کئے ان میں سے چند ایک اہم نام یہ ہیں:

(۱) سید غلام بیگ نیرنگ انبالہ (۲) مولانا غلام فرید مرشد لاہور (۳) مولانا شوکت علی بمبئی (۴) مولانا حسرت موہانی (۵) پیر سید مہر علی شاہ گولڑہ شریف (۶) مولانا قطب الدین عبد الوالی لکھنؤ (۷) دیوان سید محمد پاکپتن شریف (۸) مولانا قمر الدین سیال شریف (۹) مولانا فاخر

الہ باد(۱۰) مولانا سید حبیب مدیر سیاست (۱۱) پیر سید فضل شاہ جلال پور (۱۲) مولانا علی الحائر (۱۳) مولانا محمد شفیع داؤدی بہار وغیرہم۔

اس اپیل کا ایک اقتباس ملاحظہ فرمایئے:

اتحادِ اسلام، تقویتِ دین، حضور سرور کائنات ﷺ کا احترام و اجلال، حضور ﷺ کی سیرتِ پاک کی اشاعت اور ملک میں بانیان مذاہب کا صحیح احترام قائم کرنے کے لئے ۱۲ ربیع الاول کو ہندوستان کے طول وعرض میں ایسے عظیم ترین تبلیغی جلسوں اور مظاہروں کا انتظام کیا جائے جو حضور سید المرسلین ﷺ کی عظمت کی قدر کے شایان شان ہوں اور جنہیں دنیا محسوس کر سکے اس دن ہر ایک آبادی میں علم اسلام بلند کیا جائے۔

مؤرخِ لاہور محمد دین کلیم لکھتے ہیں: قیام پاکستان سے قبل پٹی ضلع لاہور کے ایک دردمند عبدالحمید قریشی نے ایک مجلس سیرت کمیٹی کے نام سے شروع کی، چنانچہ سیرت کمیٹی پٹی کے زیر اہتمام میلاد النبی ﷺ کے لئے ۱۹۳۵ء میں ایک جلسے اور جلوس کا اہتمام ہوا جس میں علامہ اقبال نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا:

چند سال ہوئے میں نے خواب میں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ مولود شریف کے ذریعے اس امت کو متحد کرے گا مجھے ایک عرصہ تک حیرت رہی کہ یہ واقعہ کس طرح رونما ہوگا، اب تحریک یوم النبی ﷺ نے اس خواب کی تعبیر کو حقیقی طور پر نمایاں کر دیا ہے۔

مولانا ابوالکلام آزاد ایک مخصوص فرقے کے ترجمان اور سرخیل ہیں۔ میلاد کی مجالس اُن کے اعتقادات کے موافق نہیں تھیں، پھر بھی اُنہوں نے اِس بات کو تسلیم کرتے ہوئے (الہلال، نومبر سنہ ۱۹۱۳ء) میں لکھا۔

پس ہمیں مسلمان بننے کے لئے قرآن کریم کی تلاوت کی ضرورت ہے تو یقین کیجئے کہ اسے ایک عملی زندگی میں دیکھنے کے لئے اس اسوہ حسنہ کے مطالعے کی ضرورت ہے: ''**لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ** اور یہ پچھلی ضرورت پہلی ضرورت جتنی ہی ہے پہلی سے کم

نہیں۔اِس کا بہترین ذریعہ مجالس مولود نبوی ہیں۔مزید لکھتے ہیں: امسال لاہور یا لکھنؤ میں ماہ ربیع الاول کی ایک مرکزی مجلس ضرور منعقد کرنا چاہیے۔(نور الحبیب،بصیر پور،عید میلاد النبی ﷺ نمبر، ۱۹۹۲ء)

میلاد شریف کی برکات

شیخ عبداللہ محمد بن عبدالوہاب نجدی ۱۲۴۲ھ لکھتے ہیں: (ترجمہ) رسول اللہ ﷺ کو ثویبہ نے دودھ پلایا جو ابولہب کی آزاد کردہ تھی، ابولہب نے ثویبہ کو اس وقت آزاد کیا تھا، جب اس نے ابولہب کو آپ ﷺ کی ولادت کی بشارت دی تھی موت کے بعد ابولہب کو خواب میں دیکھا گیا اور اس سے پوچھا گیا تمہارا کیا حال ہے؟ اُس نے کہا جہنم میں ہوں لیکن ہر پیر کے دن میرے عذاب میں تخفیف کی جاتی ہے اور اس نے اپنی انگلی کے سرے کی طرف اشارہ کر کے کہا میں اس کو چوستا ہوں اور یہ اس وجہ سے ہے کہ میں نے ثویبہ کو اس وقت آزاد کیا تھا جب اس نے نبی کریم ﷺ کی ولادت کی بشارت دی تھی اور آپ کو دودھ پلایا تھا۔ابن جوزی نے کہا ہے کہ وہ ابولہب کافر جس کی مذمت میں قرآن مجید نازل ہوا جب اس کو بھی نبی کریم ﷺ کی ولادت کی خوشی منانے پر جزا دی گئی تو آپ ﷺ کی اُمت کے اُس مسلمان اور موحد کا کیا صلہ ہوگا جو آپ ﷺ کے میلاد کی خوشی مناتا ہے؟ (مختصر سیرۃ الرسول، ص ۱۳، مطبوعہ المطبعۃ العربیہ، لاہور، طبع اول سنہ ۱۳۹۹ھ بحوالہ شرح مسلم شریف کتاب الصیام)

ڈاکٹر پروفیسر محمد مسعود احمد کی نکتہ آفرینی بھی ملاحظہ ہو!

فرماتے ہیں: ظہور قدسی سنہ ۵۶۹ء میں پیر کے روز ہوا جب یہ خوشخبری آپ ﷺ کے چچا ابولہب کو اس کی کنیز ثویبہ نے سنائی تو ابولہب نے خوشخبری سنتے ہی اس کو آزاد کر دیا۔اللہ اللہ آپ ﷺ کی آمد نے سب سے پہلے عورتوں کو آزادی کا مژدہ سنایا جو صدیوں سے پس رہی تھیں۔

(جشن بہاراں، رضا اکیڈمی، لاہور)

علامہ ابن جوزی نے فرمایا جو لوگ میلاد شریف کرتے ہیں ان پر اس سال امان ہوتی ہے اور انہیں مطلوب حاصل ہونے کی جلد بشارت مل جاتی ہے۔

(علامہ علی بن برہان الدین شافعی، انسان العیون، ج ۱، ص ۱۳۷، مصر)

☆☆☆☆☆

سیکولرزم کو روکنے کے لیے ہم کیا کر سکتے ہیں

(مفتی محمد اعجاز فریدی)

ہر دور اپنے ساتھ کچھ فکری آزمائشیں لے کر آتا ہے۔ عصرِ حاضر میں سیکولرزم انہی نمایاں نظریات میں سے ایک ہے جو مذہب کو صرف انسان کی نجی زندگی تک محدود رکھنے اور اجتماعی، تعلیمی، معاشی اور سیاسی میدانوں کو مذہبی رہنمائی سے الگ کرنے کا تصور پیش کرتا ہے۔ ایسے میں اہلِ ایمان کی ذمہ داری یہ نہیں کہ وہ جذباتی نعروں یا سخت لب و لہجے کو اپنا شعار بنائیں، بلکہ قرآن و سنت کی تعلیمات کی روشنی میں علم، حکمت، اخلاق اور مؤثر دعوت کے ذریعے اس فکری چیلنج کا جواب دیں۔

اس جدوجہد کی پہلی بنیاد مضبوط دینی شعور ہے۔ جب قرآن و سنت کا پیغام گہرے فہم، مضبوط استدلال اور عصرِ حاضر کے تقاضوں کو سامنے رکھتے ہوئے پیش کیا جائے، اور نوجوانوں کے ذہنی سوالات کے مدلل اور مطمئن کرنے والے جواب دیے جائیں، تو فکری انتشار کی شدت خود بخود کم ہونے لگتی ہے۔ نظریات کا مقابلہ نعروں سے نہیں، بلکہ علم اور دلیل سے کیا جاتا ہے۔

دوسرا مؤثر ہتھیار کردار کی طاقت ہے۔ اسلام کی حقیقی دعوت صرف زبان سے نہیں بلکہ عمل سے بھی دی جاتی ہے۔ جب مسلمان سچائی، دیانت، عدل، امانت، رحم دلی اور خدمتِ خلق کا عملی نمونہ بن جائیں تو ان کا کردار خود اسلام کا روشن تعارف بن جاتا ہے۔ دنیا ہمیشہ الفاظ سے زیادہ کردار کی گواہی پر اعتماد کرتی ہے۔

تیسری ضرورت تعلیم، تحقیق اور فکری رہنمائی کی ہے۔ مدارس، جامعات، مساجد اور علمی مراکز کو چاہیے کہ وہ جدید فکری چیلنجز کا گہرا مطالعہ کریں، معیاری علمی مواد تیار کریں اور نوجوان نسل تک مؤثر انداز میں پہنچائیں۔ آج کے دور میں سوشل میڈیا اور جدید ذرائع ابلاغ کو نظرانداز کرنا دانش مندی نہیں، بلکہ انہی ذرائع کو خیر، علم اور حق کے فروغ کا وسیلہ بنانا وقت کی اہم ضرورت ہے۔

خاندان بھی اس فکری معرکے کا اہم محاذ ہے۔ اگر والدین محبت، حکمت اور اپنے عملی کردار کے ذریعے اولاد کی دینی، اخلاقی اور فکری تربیت کریں تو نئی نسل نہ صرف شکوک و شبہات کا بہتر جواب دے سکے گی بلکہ اپنے دین پر اعتماد کے ساتھ قائم بھی رہے گی۔

اسی طرح اتحاد، اعتدال اور باہمی احترام اسلامی معاشرے کی اصل قوت ہیں۔ جب اہلِ دین معمولی اختلافات کو تنازعات میں بدل دیتے ہیں تو اس کا نقصان پورے معاشرے کو پہنچتا ہے۔ اختلاف کے باوجود احترام، برداشت اور خیر خواہی کا رویہ ہی وہ اخلاقی سرمایہ ہے جو امت کو مضبوط بناتا ہے۔

آخر میں یہ حقیقت ہمیشہ ذہن نشین رہنی چاہیے کہ کسی بھی فکری نظریے کا مقابلہ نفرت، تشدد یا جبر سے نہیں کیا جا سکتا۔ اسلام علم سے قائل کرتا ہے، اخلاق سے دل جیتتا ہے، عدل سے اعتماد پیدا کرتا ہے اور حکمت سے انسانوں کو اپنے قریب لاتا ہے۔ اگر مسلمان قرآن و سنت کی تعلیمات کو اپنی زندگیوں میں نافذ کریں، معاشرے میں انصاف، دیانت اور خیر خواہی کو فروغ دیں اور نئی نسل کی رہنمائی محبت، بصیرت اور حکمت کے ساتھ کریں تو وہ نہ صرف سیکولرزم جیسے فکری چیلنج کا مثبت جواب دے سکتے ہیں بلکہ ایک ایسے پُر امن، باشعور اور با اخلاق معاشرے کی تعمیر بھی کر سکتے ہیں جو اسلام کی حقیقی روح کا آئینہ دار ہو۔

☆☆☆☆☆

مسجد کا کردار: عبادت گاہ سے معاشرتی اصلاح تک

مفتی تنویر احمد ہزاروی (جامعہ نعیمیہ، لاہور)

مسجد اسلام کے اجتماعی نظام کا وہ عظیم مرکز ہے جہاں انسان اپنے رب کے حضور جھکتا ہے، ایمان کی تجدید کرتا ہے، علم حاصل کرتا ہے، اخلاق و کردار کی تربیت پاتا ہے اور معاشرے کی اصلاح کے لیے تیار ہوتا ہے۔ مسجد محض نماز پڑھنے کی جگہ نہیں بلکہ عقیدہ، عبادت، تعلیم، تربیت، تزکیہ، اخوت اور خدمتِ خلق کا مرکز ہے۔

اسلامی تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ عہدِ نبوی ﷺ میں مسجد نبوی صرف نماز کی ادائیگی کا مقام نہیں تھی بلکہ مسلمانوں کی دینی و اخلاقی تربیت، تعلیم، اجتماعی رہنمائی اور معاشرتی اصلاح کا مرکز تھی۔

آج ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم مسجد کے اس جامع کردار کو دوبارہ زندہ کریں اور مسجد کو صرف نمازوں تک محدود رکھنے کے بجائے اسے ایمان سازی اور معاشرتی اصلاح کا مؤثر مرکز بنائیں۔

مسجد اور بنیادی عقائد

''مسجد کا سب سے پہلا اور بنیادی کردار صحیح عقائد کی تعلیم و حفاظت ہے، کیونکہ صحیح عقیدہ ہی دین کی اساس اور تمام عبادات کی بنیاد ہے۔''

مسجد کے منبر و محراب سے سب سے پہلے توحیدِ الٰہی کا پیغام بلند ہونا چاہیے؛ لوگوں کے دلوں میں یہ یقین پیدا کیا جائے کہ حقیقی معبود صرف اللہ تعالیٰ ہے، وہی خالق، مالک، رازق اور حقیقی حاکم ہے اور عبادت کے لائق صرف وہی ذات ہے۔

اسی کے ساتھ رسالتِ محمدی ﷺ کا عقیدہ دلوں میں راسخ کیا جائے کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی اور رسول ہیں، آپ ﷺ کی اطاعت و اتباع ہی اللہ تعالیٰ کی رضا کا راستہ ہے۔

مسجد میں ایمان کے دیگر بنیادی عقائد، مثلاً ملائکہ، آسمانی کتابوں، انبیائے کرام علیہم السلام، آخرت، تقدیر اور بعث بعد الموت وغیرہ کی بھی قرآن و سنت کی روشنی میں تعلیم ہونی چاہیے، تاکہ نئی نسل کا ایمان مضبوط بنیادوں پر قائم ہو۔

مسجد اور محبتِ رسول ﷺ

عقیدۂ رسالت صرف زبانی اقرار کا نام نہیں بلکہ رسولِ اکرم ﷺ سے محبت، تعظیم اور اتباع بھی ایمان کا لازمی تقاضا ہے۔

مسجد سے مسلمانوں کو یہ سکھایا جائے کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے لیے سب سے بڑھ کر محبوب ہیں۔ آپ ﷺ کی سیرت، اخلاق، رحمت، عدل، عبادت، معاملات اور سنتوں کو زندگی میں اختیار کرنا ہی حقیقی محبت کا تقاضا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ وَ اِخْوَانُكُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ وَ عَشِیْرَتُكُمْ وَ اَمْوَالُ ﰳ قْتَرَفْتُمُوْهَا وَ تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَ مَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَا اَحَبَّ اِلَیْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ جِهَادٍ فِیْ سَبِیْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى یَاْتِیَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ.

''(اے محبوب) آپ فرمائیں اگر تمہارے باپ دادا اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارا کنبہ اور تمہاری کمائی کے مال اور تجارت جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے اور تمہارے پسندیدہ مکانات یہ چیزیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہوں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لے آئے۔'' (التوبہ: 24)

لہٰذا مسجد صرف نماز کی ادائیگی کا مرکز نہ ہو بلکہ محبتِ مصطفیٰ ﷺ، تعظیمِ رسالت اور اتباعِ سنت کی تربیت گاہ بھی ہو۔

مسجد اور محبتِ صحابہ و اہلِ بیت رضی اللہ عنہم

مسجد میں امت کے ان مقدس نفوس کی محبت بھی سکھائی جائے جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کی صحبت اختیار کی، دین ہم تک پہنچایا اور اسلام کے لیے عظیم قربانیاں پیش کیں۔ خصوصاً صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل، سیرت، اخلاص، قربانی، شجاعت اور دین سے وفاداری نئی نسل کو بتائی جائے۔

اسی طرح اہلِ بیتِ اطہار رضی اللہ عنہم کی محبت اور ان کے مقام و فضائل کو بھی واضح کیا جائے۔ مسلمانوں کے دلوں میں ازواجِ مطہرات، اہلِ بیتِ رسول ﷺ اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محبت و ادب پیدا کرنا مسجد کی دینی تربیت کا اہم حصہ ہونا چاہیے۔

ہماری مسجدیں ایسی تربیت گاہیں بنیں جہاں محبتِ رسول ﷺ، محبتِ اہلِ بیت اور محبتِ

صحابہ رضی اللہ عنہم ایک دوسرے کے مقابل نہیں بلکہ دین کی محبت بھری زنجیر کے مضبوط حلقے کے طور پر سکھائی جائیں۔

مسجد اور اولیائے کرام و بزرگانِ دین کی محبت

مسجد میں اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں، اولیائے کرام اور بزرگانِ دین رحمۃ اللہ علیہم کی سیرت و خدمات کا تذکرہ بھی ہونا چاہیے تاکہ مسلمانوں کے دلوں میں نیکی، تقویٰ، اخلاص، عبادت اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا شوق پیدا ہو۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء کی صفات بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ. الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ."

''سن لو! بیشک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ وہ جو ایمان لائے اور ڈرتے رہے۔'' (یونس:62-63)

لہٰذا مسجد میں بزرگانِ دین اور اولیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم کی زندگیوں سے ایمان، تقویٰ، اخلاص، عبادت، خدمتِ دین اور حسنِ اخلاق کے اسباق بیان کیے جائیں۔

مسجد اور فرد کی اصلاح

معاشرے کی اصلاح کا آغاز فرد کی اصلاح سے ہوتا ہے۔ نماز انسان کو دن میں بار بار اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ کرتی ہے اور مسجد اسے جماعت، نظم و ضبط، مساوات اور اخوت کا عملی سبق دیتی ہے۔ امیر و غریب، عالم و عامی، حاکم و محکوم ایک ہی صف میں کھڑے ہوتے ہیں۔ مسجد انسان کو یہ سکھاتی ہے کہ اصل فضیلت مال و منصب میں نہیں بلکہ ایمان، تقویٰ اور صالح کردار میں ہے۔

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا، نہ کوئی بندہ نواز

مسجد اور اخلاقی تربیت

آج معاشرے کو جھوٹ، خیانت، بددیانتی، ظلم، غیبت، حسد، قطع رحمی، والدین کی نافرمانی اور حقوق العباد کی پامالی جیسے مسائل کا سامنا ہے۔ مسجد ان مسائل کے علاج کا مؤثر ترین مرکز بن سکتی ہے۔

منبر سے صرف عبادات کے مسائل بیان نہ کیے جائیں بلکہ معاملات، اخلاق، حقوق

العباد، والدین کے حقوق، میاں بیوی کے حقوق، پڑوسیوں کے حقوق، تجارت میں دیانت اور معاشرتی ذمہ داریوں کی بھی تعلیم دی جائے۔

لہٰذا مسجد کی تعلیم کا مقصد ایسا مسلمان تیار کرنا ہونا چاہیے جس کا عقیدہ درست، عبادت درست، اخلاق اچھے اور معاملات پاکیزہ ہوں۔

مسجد اور نوجوان نسل

نوجوان کسی بھی معاشرے کا مستقبل ہوتے ہیں۔ اگر نوجوان مسجد سے وابستہ ہو جائیں تو ان کے اندر ایمان، اخلاق، نظم وضبط، دینی شعور اور ذمہ داری پیدا کی جاسکتی ہے۔ مسجد نوجوانوں کو صرف نماز کی دعوت نہ دے بلکہ انہیں قرآن، سیرتِ رسول ﷺ، عقائد، فقہ، اخلاق اور اسلامی تاریخ سے بھی جوڑے۔

انہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی قربانیاں، اہلِ بیت اطہار رضی اللہ عنہم کی سیرت اور اولیائے کرام و بزرگانِ دین کی دینی خدمات سے روشناس کرایا جائے تاکہ نوجوانوں کے سامنے دین کے حقیقی نمونے موجود ہوں۔

مسجد اور تعلیم

اسلام نے علم کو بنیادی اہمیت دی ہے۔ پہلی وحی ہی اقْرَأْ سے شروع ہوئی۔ مساجد میں قرآن کریم کی ناظرہ تعلیم، ترجمہ وتفسیر، حدیث، عقائد، فقہ، سیرت النبی ﷺ اور اسلامی اخلاق کی تعلیم کا باقاعدہ اہتمام ہونا چاہیے۔ خاص طور پر بچوں کے لیے نماز، طہارت، بنیادی عقائد، کلمہ، قرآن کریم اور آدابِ زندگی کی تعلیم کا منظم نظام ہونا چاہیے۔

بچوں کے لیے مسجد میں محبت اور تربیت کا ماحول

مسجد بچوں کے لیے خوف اور سختی کی جگہ نہیں بلکہ محبت، تربیت اور دینی وابستگی کا مرکز ہونی چاہیے۔ بعض اوقات بعض نمازی حضرات بچوں کی معمولی شرارت یا شور پر انہیں سختی سے ڈانٹتے، مسجد سے نکال دیتے یا مارنے تک کی نوبت آجاتی ہے۔ اس طرزِ عمل سے بچوں کے دل میں مسجد اور عبادت کے بارے میں نفرت یا خوف پیدا ہوسکتا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ بچوں کی معمولی لغزشوں کو حکمت، تحمل اور شفقت کے ساتھ سنبھالا جائے، تاکہ مسجد ان کے دلوں میں دین، نماز اور مسجد کی محبت پیدا کرنے کا ذریعہ بنے۔ البتہ بہت چھوٹے بچے جن کو مسجد کے آداب کا شعور نہیں ان کو مسجد میں نہ لایا جائے۔

مسجد: خدمتِ خلق اور مؤاخات کا مرکز

مسجد معاشرے کے ضرورت مند افراد کا سہارا بھی بن سکتی ہے۔غریبوں، یتیموں، مسافروں اور مستحق خاندانوں کی مدد کے لیے مسجد کی سطح پر ایک منظّم اور شفاف نظام قائم کیا جا سکتا ہے۔ زکوٰۃ، صدقات اور عطیات کو کسی مستند عالمِ دین کی رہنمائی میں شرعی اصولوں کے مطابق مستحقین تک پہنچانے میں مسجد اہم کردار ادا کرسکتی ہے۔اس طرح مسجد عبادت کے ساتھ خدمتِ خلق اور مواخات کا مرکز بھی بن سکتی ہے۔

مسجد اور اتحادِ امت

مسجد مسلمانوں کے درمیان اتحاد، اخوت اور باہمی محبت پیدا کرنے کا مرکز ہونی چاہیے۔مسلمانوں کو دین کے بنیادی اصولوں پر متحد ہونے، ایک دوسرے کا احترام کرنے اور باہمی اخوت کوفروغ دینے کی ترغیب دی جائے۔

امامِ مسجد کا کردار

مسجد کے اس جامع کردار میں امامِ مسجد بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ امام صرف نماز پڑھانے والانہیں بلکہ دینی رہنما، مربی، معلم اور معاشرتی اصلاح کا اہم ذریعہ ہے۔

اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے علم، عمل، تقویٰ، اخلاص، حکمت اور حسنِ اخلاق کے ذریعے لوگوں کے لیے عملی نمونہ بنے۔اگر امام لوگوں کے دکھ درد کو سمجھے، ان کے دینی و معاشرتی مسائل سنے اور قرآن و سنت کی روشنی میں حکمت کے ساتھ رہنمائی کرے تو مسجد حقیقی معنوں میں معاشرے کی اصلاح کا مرکز بن سکتی ہے۔

ہماری ذمہ داری

ہمیں اپنے آپ سے یہ سوال کرنا چاہیے:

☆ کیا ہماری مسجد صرف نماز کی جگہ ہے یا تحفظِ ایمان، تعمیرِ کردار اور دینی تربیت کا مرکز بھی؟

☆ کیا یہاں توحید و رسالت کے عقائد سکھائے جاتے ہیں؟

☆ کیا یہاں محبتِ رسول ﷺ پیدا کی جاتی ہے؟

☆ کیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اہلِ بیتِ اطہار رضی اللہ عنہم کے فضائل بیان کیے جاتے

ہیں؟

☆ کیا اولیائے کرام اور بزرگانِ دین کی صالح زندگیوں سے سبق حاصل کرنے کی ترغیب دی جاتی ہے؟

☆ کیا نوجوان مسجد سے جڑ رہے ہیں؟

☆ کیا بچوں کی دینی واخلاقی تربیت ہو رہی ہے؟

☆ کیا غریب اور ضرورت مند خود کو مسجد کی برادری کا حصہ سمجھتے ہیں؟

اگر ان سوالات کے جوابات مثبت ہوں تو ہماری مساجد عبادت گاہوں کے ساتھ ساتھ ایمان، کردار سازی اور اصلاحِ معاشرہ کے مؤثر مراکز بھی بن سکتی ہیں۔

ایک دعوتِ فکر

مسجد اسلام کے اجتماعی نظام کا دل ہے۔ یہاں سے بندے کا تعلق اللہ تعالیٰ سے مضبوط ہونا چاہیے اور یہی تعلق اس کے اخلاق، معاملات اور معاشرتی زندگی میں نظر آنا چاہیے۔

ہماری مساجد ایسی ہوں جہاں توحید سکھائی جائے، رسالت کا ادب سکھایا جائے، محبتِ مصطفیٰ ﷺ پیدا کی جائے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محبت وعظمت بیان کی جائے، اہلِ بیتِ اطہار رضی اللہ عنہم سے محبت سکھائی جائے، اولیائے کرام اور بزرگانِ دین کی نیک زندگیوں سے سبق لینے کی ترغیب دی جائے، قرآن وسنت کا علم دیا جائے، اخلاق و کردار سنوارے جائیں اور انسانیت کی خدمت کا جذبہ پیدا کیا جائے۔ ایسی مسجد ہی حقیقی معنوں میں عبادت گاہ سے آگے بڑھ کر اصلاحِ معاشرہ کا مرکز بنتی ہے۔

اگر مسجد آباد ہوگی تو دل آباد ہوں گے، دل آباد ہوں گے تو گھر آباد ہوں گے، گھر آباد ہوں گے تو معاشرہ آباد ہوگا اور اگر معاشرہ قرآن وسنت، محبتِ رسول ﷺ، ادبِ صحابہ واہلِ بیت اور نیک لوگوں کی محبت سے آباد ہو جائے تو ایک صالح اور پُرامن امت تشکیل پائے گی۔

اللہ تعالیٰ ہماری مساجد کو عبادت و بندگی، ایمان وتقویٰ، علم وتربیت، محبتِ رسول ﷺ، ادبِ صحابہ واہلِ بیت، محبتِ اولیائے کرام، اخلاص، اخوت اور اصلاحِ معاشرہ کے حقیقی مراکز بنائے اور ہمیں مساجد کے حقوق ادا کرنے اور ان کی آبادکاری میں حصہ لینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

☆☆☆☆☆

سائبر کرائم اور ڈیجیٹل اخلاقیات

مولانا محمد آصف سعیدی (فاضل جامعہ نعیمیہ، لاہور)

جدید ڈیجیٹل دنیا میں اسلامی اصولوں کی معنویت

انسانی تہذیب اس وقت ایک ایسے عہد سے گزر رہی ہے جس میں زندگی کا بڑا حصہ ڈیجیٹل دنیا سے وابستہ ہو چکا ہے۔ تعلیم، تجارت، بینکاری، صحافت، حکومتی خدمات، دعوت وتبلیغ اور باہمی روابط تک سب کچھ انٹرنیٹ اور ڈیجیٹل ذرائع سے متاثر ہے۔ مصنوعی ذہانت نے اس تبدیلی کی رفتار مزید بڑھا دی ہے۔ ٹیکنالوجی نے انسان کے لیے بے شمار سہولتیں پیدا کی ہیں لیکن اسی کے ساتھ جرائم کی نئی صورتیں بھی وجود میں آئی ہیں جنہیں مجموعی طور پر سائبر کرائم کہا جاتا ہے۔ آن لائن فراڈ، شناخت کی چوری، ہراسانی، بلیک میلنگ، اکاؤنٹس تک غیر مجاز رسائی، جھوٹی خبریں، جعلی تصاویر و ویڈیوز، ڈیپ فیک اور ذاتی معلومات کا ناجائز استعمال اس مسئلے کی نمایاں صورتیں ہیں۔ اس صورتِ حال نے یہ سوال انتہائی اہم بنا دیا ہے کہ ٹیکنالوجی کے استعمال میں انسان کی اخلاقی حدود کیا ہونی چاہییں؟

اسلامی نقطہ نظر سے ٹیکنالوجی بذاتِ خود خیر یا شر نہیں بلکہ اس کا اخلاقی حکم بڑی حد تک اس کے مقصد اور طریقہ استعمال سے متعلق ہوتا ہے۔ ایک ہی موبائل فون علم حاصل کرنے، صلہ رحمی اور خدمتِ انسانیت کے لیے استعمال ہو سکتا ہے اور یہی آلہ دھوکا دہی، بہتان، ہراسانی اور دوسروں کی نجی زندگی میں مداخلت کا ذریعہ بھی بن سکتا ہے۔ اسی لیے ڈیجیٹل اخلاقیات کو محض تکنیکی ضابطہ سمجھنا کافی نہیں؛ یہ انسانی کردار، دیانت، ذمہ داری اور حقوق العباد کا مسئلہ بھی ہے۔

سائبر کرائم کا مفہوم اور بدلتی ہوئی صورتیں

عام مفہوم میں سائبر کرائم ایسے غیر قانونی افعال کو کہا جاتا ہے جن میں کمپیوٹر، موبائل، انٹرنیٹ، ڈیجیٹل نیٹ ورک یا آن لائن اکاؤنٹس جرم کے ذریعے، ہدف یا وسیلے کے طور پر استعمال ہوں۔ روایتی جرائم کے مقابلے میں سائبر جرائم کی ایک خطرناک خصوصیت یہ ہے کہ مجرم ہزاروں

میل دور بیٹھ کر کسی شخص، کاروبار یا ادارے کو نقصان پہنچا سکتا ہے۔بعض اوقات متاثرہ شخص کو کئی دن تک معلوم ہی نہیں ہوتا کہ اس کی معلومات یا اکاؤنٹ کسی دوسرے شخص کے قبضے میں جا چکا ہے۔

آن لائن مالی فراڈ اس کی عام مثال ہے۔جعلی ویب سائٹ، پیغام،فون کال یا ای میل کے ذریعے کسی شخص سے پاس ورڈ، OTP، بینک یا دوسری حساس معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔اسی طرح کسی دوسرے شخص کی تصاویر، نام یا معلومات استعمال کر کے جعلی اکاؤنٹ بنانا، آن لائن ہراسانی، دھمکیاں دینا، نجی مواد کے ذریعے بلیک میل کرنا اور کسی کے ڈیجیٹل اکاؤنٹ میں بلا اجازت داخل ہونا بھی سنگین مسائل ہیں۔مصنوعی ذہانت کے فروغ کے بعد Deepfake نے خطرے کی نئی جہت پیدا کی ہے، کیونکہ اب کسی شخص کی ایسی مصنوعی تصویر، آواز یا ویڈیو تیار کی جا سکتی ہے جو بظاہر حقیقی محسوس ہو۔

ڈیجیٹل دنیا میں بھی انسان اخلاقی ذمہ داری سے آزاد نہیں

بعض افراد کا طرزِ عمل ایسا ہوتا ہے جیسے موبائل اسکرین کے پیچھے بیٹھ جانے سے اخلاقی ذمہ داری ختم ہو جاتی ہو۔اسلام کا تصور اس کے بالکل برعکس ہے۔انسان تنہائی میں ہو یا مجمع میں، اس کا ہر قول و عمل اخلاقی جواب دہی کے دائرے میں آتا ہے۔قرآن مجید فرماتا ہے:

مَّا يَلْفِظُ مِن قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ. (ق:18)

''وہ کوئی بات زبان سے نہیں نکالتا مگر اس کے پاس ایک نگہبان تیار موجود ہوتا ہے۔''

اس اصول کا اطلاق آج کی ڈیجیٹل گفتگو پر بھی کیا جا سکتا ہے۔انسان جو کچھ لکھتا، پوسٹ کرتا، تبصرہ کرتا یا دوسروں تک پہنچاتا ہے، اسے اخلاقی ذمہ داری سے الگ نہیں سمجھا جا سکتا۔ایک نامناسب جملہ جو ماضی میں چند افراد تک محدود رہتا تھا، آج چند لمحوں میں ہزاروں یا لاکھوں افراد تک پہنچ سکتا ہے۔اس لیے ڈیجیٹل دنیا میں زبان کی حفاظت پہلے سے زیادہ اہم ہو گئی ہے۔

خبر کی تصدیق: قرآن کا ڈیجیٹل دور کے لیے بنیادی اصول

سوشل میڈیا نے ہر شخص کو کسی حد تک خبر کا ناشر بنا دیا ہے۔ پہلے معلومات عام کرنے کی طاقت چند اداروں کے پاس تھی، لیکن آج ایک عام صارف بھی چند سیکنڈ میں ہزاروں افراد تک مواد پہنچا سکتا ہے۔ اس طاقت کے ساتھ ذمہ داری بھی بڑھ جاتی ہے۔ قرآن مجید نے خبر کے متعلق ایک بنیادی اصول بیان فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا أَنْ تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ. (الحجرات:6)

''اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو تحقیق کر لیا کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تم نادانی سے کسی قوم کو نقصان پہنچا دو اور پھر اپنے کیے پر پشیمان ہو۔''

یہ آیت عصرِ حاضر میں ڈیجیٹل تصدیق (Digital Verification) کا بنیادی اخلاقی اصول فراہم کرتی ہے۔ کسی خبر کو صرف اس لیے درست نہیں سمجھا جا سکتا کہ اسے ہزاروں مرتبہ شیئر کیا جا چکا ہے۔ اصل سوال یہ ہونا چاہیے کہ اس خبر کا ماخذ کیا ہے، کیا اصل بیان یا مکمل ویڈیو موجود ہے، کیا تصویر واقعی اسی واقعے سے متعلق ہے، اور کیا معتبر ذرائع اس کی تصدیق کرتے ہیں؟

رسول اللہ ﷺ نے بھی سنی سنائی ہر بات آگے بیان کرنے سے متنبہ فرمایا:

كَفَى بِالْمَرْءِ كَذِبًا أَنْ يُحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ.

''آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ ہر سنی ہوئی بات بیان کرتا پھرے۔'' (مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم، مقدمہ، باب النہی عن الحدیث بکل ما سمع، حدیث:5)

ڈیجیٹل دور میں اس حدیث کا عملی تقاضا یہ ہے کہ Share، Forward اور Repost کرنے سے پہلے تحقیق کی جائے۔

ڈیجیٹل جاسوسی اور پرائیویسی

جدید سائبر دنیا کا ایک نہایت حساس مسئلہ پرائیویسی ہے۔کسی کا موبائل چیک کرنا،نجی پیغامات پڑھنا،اجازت کے بغیر ذاتی تصاویر محفوظ یا نشر کرنا،کسی کی نجی گفتگو ریکارڈ کر کے عام کرنا یا اس کے اکاؤنٹ میں غیر مجاز رسائی حاصل کرنا محض تکنیکی مسئلہ نہیں بلکہ انسانی عزت اور نجی زندگی کے احترام سے متعلق معاملہ ہے۔قرآن مجید کا حکم ہے:

وَلَا تَجَسَّسُوۡا. (الحجرات:12)

''اور ایک دوسرے کی جاسوسی نہ کرو۔''

اسی طرح گھروں میں داخلے کے متعلق قرآن نے اجازت کا اصول قائم کیا:

لَا تَدۡخُلُوۡا بُيُوۡتًا غَيۡرَ بُيُوۡتِكُمۡ حَتّٰى تَسۡتَاۡنِسُوۡا وَتُسَلِّمُوۡا عَلٰٓى اَهۡلِهَا. (النور:27)

''اے ایمان والو!اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل نہ ہوا کرو،جب تک اجازت نہ لے لو اور وہاں رہنے والوں کو سلام نہ کرلو۔''

اس قرآنی اصول کی روح یہ ہے کہ انسان کی نجی حدود کا احترام کیا جائے۔جس طرح کسی کے گھر میں بلا اجازت داخل ہونا درست نہیں،اسی طرح جدید تناظر میں کسی کے نجی ڈیجیٹل دائرے میں بلا جواز مداخلت بھی سنگین اخلاقی مسئلہ ہے۔

ڈیجیٹل کردار کشی اور انسانی عزت

سائبر کرائم کی ایک انتہائی تکلیف دہ صورت آن لائن کردار کشی ہے۔کسی شخص کے متعلق جھوٹا الزام،ایڈیٹ شدہ تصویر،سیاق وسباق سے ہٹی ہوئی ویڈیو یا نجی معلومات عام کر دینا چند لمحوں میں اس کی عزت،خاندان اور پیشہ ورانہ زندگی کو نقصان پہنچا سکتا ہے۔اسلام انسانی آبرو کو بڑی اہمیت دیتا ہے۔قرآن فرماتا ہے:

وَلَا يَغۡتَبْ بَّعۡضُكُم بَعۡضًا. (الحجرات:12)

''اور تم میں سے کوئی دوسرے کی غیبت نہ کرے۔''

غور طلب امر یہ ہے کہ روایتی غیبت چند افراد سنتے تھے، لیکن ایک سوشل میڈیا پوسٹ ہزاروں افراد تک پہنچ سکتی ہے اور بار بار شیئر ہو سکتی ہے۔ یوں ڈیجیٹل کردار کشی کا نقصان کہیں زیادہ وسیع اور دیرپا ہو سکتا ہے۔

ڈیپ فیک، مصنوعی ذہانت اور صداقت کا بحران

مصنوعی ذہانت نے علم، تحقیق اور کاروبار میں نئے امکانات پیدا کیے ہیں، لیکن AI سے تیار کردہ جعلی مواد نے صداقت کے مسئلے کو پیچیدہ بھی کر دیا ہے۔ کسی معروف شخصیت یا عام انسان کی مصنوعی آواز بنا کر ایسا بیان منسوب کیا جا سکتا ہے جو اس نے کبھی دیا ہی نہ ہو۔ اسی طرح جعلی تصویر یا ویڈیو کسی بے گناہ شخص کی عزت اور سلامتی کو شدید نقصان پہنچا سکتی ہے۔

اسلامی اخلاقیات کا بنیادی اصول صدق ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِئ إِلَى الْبِرِّ، وَإِنَّ الْبِرَّ يَهْدِئ إِلَى الْجَنَّةِ، وَإِنَّ الْكَذِبَ يَهْدِئ إِلَى الْفُجُورِ. (صحیح مسلم، کتاب البر والصلة والآداب، باب قبح الكذب وحسن الصدق وفضله، حدیث نمبر 2607)

''بے شک سچائی نیکی کی طرف رہنمائی کرتی ہے اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے، جبکہ جھوٹ برائی کی طرف لے جاتا ہے۔''

اس لیے AI کا استعمال کرتے ہوئے ایسا مصنوعی مواد بنانا یا پھیلانا جس سے حقیقت اور جعل سازی کے درمیان فرق مٹ جائے، خصوصاً جب اس سے دھوکا، بہتان یا نقصان مقصود ہو، اسلامی اخلاقیات کے بنیادی اصولوں سے متصادم ہے۔

آن لائن مالی فراڈ اور اسلامی تصورِ امانت

ڈیجیٹل بینکاری اور آن لائن تجارت کے ساتھ مالی فراڈ کی نئی صورتیں بھی پیدا ہوئی ہیں۔ اسلام کسی کا مال ناحق حاصل کرنے سے واضح طور پر منع کرتا ہے:

وَلَا تَأْكُلُوْا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ. (البقرۃ:188)

''اور آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ۔''

لہٰذا آن لائن فراڈ، جعلی سرمایہ کاری، کسی کا اکاؤنٹ استعمال کر کے رقم منتقل کرنا، فریب پر مبنی خرید و فروخت یا شناخت چرا کر مالی فائدہ حاصل کرنا محض سائبر قانون کی خلاف ورزی نہیں بلکہ اسلامی اعتبار سے بھی حقوق العباد کی پامالی ہے۔

نوجوان اور ڈیجیٹل اخلاقیات

نوجوان نسل ڈیجیٹل دنیا کی سب سے فعال آبادی ہے۔ تعلیم سے لے کر تفریح اور سماجی تعلقات تک ان کی زندگی کا بڑا حصہ اسکرین سے وابستہ ہے۔ اس لیے صرف یہ کہنا کافی نہیں کہ نوجوان انٹرنیٹ کم استعمال کریں۔ اصل ضرورت انہیں ڈیجیٹل اخلاقیات اور ڈیجیٹل خواندگی سکھانے کی ہے۔ نوجوان کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ ہر وائرل خبر حقیقت نہیں، ہر خوبصورت پروفائل حقیقی نہیں، ہر آن لائن پیشکش محفوظ نہیں اور ہر تصویر یا ویڈیو قابلِ اعتماد ثبوت نہیں۔

گھر، تعلیمی ادارے، مساجد اور جامعات اس تربیت میں اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔ بچوں کو کم عمری ہی سے مضبوط پاس ورڈ، دو مرحلہ جاتی تصدیق (Two Step verification)، ذاتی معلومات کی حفاظت، نامعلوم روابط سے احتیاط، آن لائن اجنبیوں پر فوری اعتماد نہ کرنے اور نامناسب مواد رپورٹ کرنے کی تربیت دینا ضروری ہے۔ اس کے ساتھ یہ اخلاقی شعور بھی پیدا کیا جائے کہ جس عمل کو حقیقی زندگی میں غلط سمجھا جاتا ہے، وہ اسکرین کے پیچھے بیٹھ کر درست نہیں ہو جاتا۔

آزادیٔ اظہار اور ڈیجیٹل ذمہ داری

سوشل میڈیا نے آزادیٔ اظہار کو وسعت دی ہے، جو اپنی جگہ ایک اہم سہولت ہے، لیکن آزادی اور ذمہ داری ایک دوسرے سے جدا نہیں۔ کسی پر بہتان لگانا، مذہبی یا نسلی نفرت پھیلانا، لوگوں کو ہراساں کرنا یا کسی کی نجی معلومات عام کرنا آزادیٔ اظہار نہیں بلکہ دوسرے انسان کے حقوق میں مداخلت ہے۔ قرآن مجید کا اصول ہے:

وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا. (البقرۃ:83)

''اور لوگوں سے اچھی بات کہو۔''

یہ مختصر قرآنی ہدایت ڈیجیٹل گفتگو کے لیے بھی نہایت جامع ضابطہ فراہم کرتی ہے۔ اختلاف کیا جا سکتا ہے، لیکن تحقیر، گالی، بہتان اور تضحیک کے بغیر۔

پاکستان اور سائبر کرائم

پاکستان میں انٹرنیٹ، اسمارٹ فون، آن لائن بینکاری اور ڈیجیٹل کاروبار کے بڑھتے استعمال کے ساتھ سائبر تحفظ بھی قومی ضرورت بن چکا ہے۔ قانون نافذ کرنے والے اداروں کے ساتھ تعلیمی اداروں، خاندانوں، مذہبی و سماجی رہنماؤں اور ٹیکنالوجی کمپنیوں کی مشترکہ ذمہ داری ہے کہ عوام میں ڈیجیٹل تحفظ کا شعور پیدا کریں۔ صرف مجرم کو سزا دینا کافی نہیں۔ شہریوں کو یہ سکھانا بھی ضروری ہے کہ وہ سائبر فراڈ کو پہچانیں، اپنی معلومات محفوظ رکھیں اور کسی واقعے کی صورت میں شواہد محفوظ کر کے متعلقہ قانونی ادارے سے رابطہ کریں۔

قومی سطح پر بالخصوص بچوں اور خواتین کے خلاف آن لائن ہراسانی، مالی فراڈ، شناخت کی چوری، ڈیپ فیک اور غلط معلومات کے سدباب کے لیے قانون، ٹیکنالوجی اور اخلاقی تربیت تینوں کو ساتھ لے کر چلنا ہوگا۔

اسلامی ڈیجیٹل اخلاقیات کے بنیادی اصول

اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ایک ذمہ دار ڈیجیٹل شہری کے کردار کو چند بنیادی تصورات میں سمیٹا جا سکتا ہے، صدق یعنی جو معلومات دی جائیں وہ درست ہوں، تثبت یعنی خبر آگے بڑھانے سے پہلے تحقیق کی جائے، امانت یعنی دوسروں کی معلومات اور راز محفوظ رکھے جائیں، ستر یعنی لوگوں کی کمزوریوں کو بلاوجہ اچھالا نہ جائے، عدل یعنی مخالف کے ساتھ بھی ناانصافی نہ ہو، حفظِ آبرو یعنی کسی کی عزت کو ڈیجیٹل حملے کا نشانہ نہ بنایا جائے، اور عدمِ تجسس یعنی دوسروں کی نجی زندگی میں بلاجواز مداخلت نہ کی جائے۔ یہی اصول جدید اصطلاحات میں

responsible ،cybersecurity،privacy،information integrity communicationاور digital citizenship کی اخلاقی بنیاد فراہم کرتے ہیں۔

ہماری عملی ذمہ داری

سائبر جرائم سے حفاظت صرف اینٹی وائرس نصب کرنے یا مضبوط پاس ورڈ بنانے کا نام نہیں۔تکنیکی احتیاط کے ساتھ اخلاقی تربیت بھی ضروری ہے۔ہمیں خبر شیئر کرنے سے پہلے تصدیق، حساس معلومات کے تحفظ، مشکوک روابط سے اجتناب، مختلف اکاؤنٹس کے لیے منفرد پاس ورڈ، دومرحلہ جاتی تصدیق اور سافٹ ویئر اپ ڈیٹس جیسی احتیاطیں اختیار کرنی چاہییں۔ اس سے بھی اہم یہ ہے کہ کسی دوسرے انسان کے ساتھ آن لائن وہی اخلاق اختیار کیے جائیں جو ہم حقیقی زندگی میں اپنے لیے پسند کرتے ہیں۔

خلاصہ

سائبر کرائم جدید ٹیکنالوجی کا محض ایک تکنیکی مسئلہ نہیں بلکہ قانون، اخلاق، انسانی عزت، امانت اور معاشرتی اعتماد کا مسئلہ ہے۔جیسے جیسے مصنوعی ذہانت، ڈیجیٹل معیشت اور سوشل میڈیا انسانی زندگی میں مزید گہرے ہوتے جائیں گے، ڈیجیٹل اخلاقیات کی اہمیت بھی بڑھتی جائے گی۔قرآن وسنت نے صداقت، تحقیقِ خبر، عدمِ تجسس، حفظِ آبرو، امانت اور عدل کے جو اصول دیے ہیں، وہ ڈیجیٹل دور میں غیر معمولی معنویت رکھتے ہیں۔

ہمیں ایسی نسل تیار کرنا ہوگی جو صرف ٹیکنالوجی استعمال کرنا نہ جانتی ہو بلکہ یہ بھی جانتی ہو کہ اسے ذمہ داری، دیانت اور اخلاق کے ساتھ کیسے استعمال کرنا ہے۔ جدید دنیا میں محفوظ معاشرے کی تعمیر کے لیے مضبوط سائبر سکیورٹی ضروری ہے، لیکن اس سے بھی زیادہ ضروری وہ مضبوط انسانی کردار ہے جو موقع ملنے کے باوجود دوسرے کی معلومات، مال، عزت اور نجی زندگی کو نقصان پہنچانے سے باز رہے۔ یہی اسلامی ڈیجیٹل اخلاقیات کی روح اور ایک ذمہ دار ڈیجیٹل معاشرے کی حقیقی بنیاد ہے۔

☆☆☆☆☆

جدید خاندانی بحران اور سیرتِ نبوی ﷺ سے رہنمائی

مفتی محمد احتشام الحق جلالی (جامعہ نعیمیہ، لاہور)

الحمد للّٰہ رب الخلق والأسرار، ومؤلف القلوب ومصلح الديار، والصلاة والسلام على سيدنا محمد خير الأنبياء والأبرار، وعلى آله وأصحابه أهل الفضل والوقار، أما بعد.

خاندان انسانی معاشرے کی پہلی درس گاہ اور تربیت گاہ ہے۔ محبت، ادب، احترام، ایثار اور کردار کی بنیاد گھر ہی میں پڑتی ہے۔ گھر محض رہائش گاہ نہیں بلکہ سکون، محبت اور نسلوں کی تعمیر کا مرکز ہے۔

اسلام نے خاندانی نظام کو انسانی فطرت اور دینی زندگی کا بنیادی حصہ قرار دیا ہے۔ قرآنِ کریم نے ازدواجی رشتے کی غرض وغایت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً. (سورۃ الروم:21)

’’اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہارے لیے تم ہی میں سے جوڑے بنائے تاکہ تم ان سے سکون حاصل کرو، اور تمہارے درمیان محبت اور رحمت پیدا فرمائی۔‘‘

قرآنِ کریم نے ازدواجی زندگی کے تین بنیادی ستون: سکون، محبت اور رحمت قرار دیے؛ مگر آج ذرائعِ رابطہ بڑھنے کے باوجود دلوں کے فاصلے بڑھ رہے ہیں۔ ایک ہی گھر میں رہنے والے افراد موبائل اور سوشل میڈیا سے دنیا بھر سے جڑے ہیں، مگر ایک دوسرے سے گفتگو اور باہمی ربط کا فقدان بڑھ رہا ہے۔ سہولتیں بڑھ گئی ہیں، مگر تعلق وسکون کم ہوگیا ہے۔ اس تلخ حقیقت کو جون نے یوں قلم بند کیا:

سب سے پُر اَمن واقعہ یہ ہے
آدمی آدمی کو بھول گیا

جدید خاندانی بحران اور ازدواجی زندگی

میاں بیوی کی ناچاقی، طلاق وخلع کا بڑھتا رجحان، والدین اور اولاد کے فکری فاصلے (Generation Gap)، تربیت سے غفلت، سوشل میڈیا کا بے جا استعمال، مادہ پرستی، نمود و نمائش، انا اور عدمِ برداشت خاندانی نظام کو کمزور کر رہے ہیں۔

اکثر مسئلہ بڑا نہیں ہوتا، انا بڑی ہوتی ہے، بات معمولی ہوتی ہے مگر لہجہ سخت، اختلاف وقتی ہوتا ہے مگر ضد اسے مستقل بنا دیتی ہے۔

بقولِ شاعر:

تمہیں رشتہ بچانا چاہیے تھا
بحث میں ہار جانا چاہیے تھا
جہاں عقل لگا کر آئے ہو تم
وہاں پر دل لگانا چاہیے تھا

اسلام نے میاں بیوی کے تعلق کو محض حقوق وفرائض کا معاہدہ نہیں بلکہ حسنِ معاشرت کا رشتہ بنایا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ. (سورۃ النساء:19)

''اور ان کے ساتھ اچھے طریقے سے زندگی بسر کرو۔''

یعنی ساتھ رہنا کافی نہیں، اچھے طریقے سے ساتھ رہنا ضروری ہے۔

رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا:

خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ.

(جامع الترمذی، کتاب المناقب عن رسول اللہ ﷺ، باب فضل أزواج النبی ﷺ، حدیث:3895)

''تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لیے سب سے بہتر ہو۔''

یہ حدیث واضح کرتی ہے کہ انسان کے اخلاق کا اصل امتحان اس کا گھر ہے۔ حقیقی حسنِ

اخلاق گھر والوں کے ساتھ محبت، صبر اور حسنِ سلوک ہے۔

قرآنِ کریم نے میاں بیوی کے تعلق کو نہایت بلیغ تعبیر میں بیان فرمایا:

هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ۔(سورۃ البقرۃ:187)

''وہ تمہارے لیے لباس ہیں اور تم ان کے لیے لباس ہو۔''

لباس پردہ، حفاظت، زینت اور سکون کا ذریعہ ہے؛ اسی طرح میاں بیوی ایک دوسرے کے لیے پردہ، حفاظت، سکون اور سہارا ہیں۔ اس لیے ایک دوسرے کے عیوب کی تشہیر کے بجائے پردہ پوشی ہونی چاہیے اور ہر سنی سنائی بات پر کان نہ دھریں۔

چراغ حسن حسرت بھی یہ شکوہ کرتے نظر آئے:

غیروں سے کہا تم نے، غیروں سے سنا تم نے
کچھ ہم سے کہا ہوتا، کچھ ہم سے سنا ہوتا

رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا:

لَا يَفْرَكْ مُؤْمِنٌ مُؤْمِنَةً، إِنْ كَرِهَ مِنْهَا خُلُقًا رَضِيَ مِنْهَا آخَرَ.

(صحیح مسلم، کتاب: رضاعت کے احکام و مسائل باب: عورتوں کے ساتھ خوش خلقی کرنے کا حکم، حدیث:3645)

''کوئی مومن (شوہر) کسی مومنہ (بیوی) سے بغض نہ رکھے، اگر اس کی کوئی ایک عادت اسے ناپسند ہے تو کوئی دوسری عادت پسند بھی ہوگی۔''

یہ حدیث ازدواجی زندگی کا حکیمانہ اصول ہے کہ شریکِ حیات کی خامیوں کے ساتھ اس کی خوبیوں کو بھی دیکھا جائے تو کمزوریوں سے درگزر آسان ہو جاتا ہے۔

سیرتِ نبوی ﷺ: خاندانی زندگی کا نمونہ

خاندانی مسائل کے حل کے لیے سیرتِ نبوی ﷺ سب سے کامل نمونہ ہے۔ قرآنِ کریم نے فرمایا:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ. (سورۃ الاحزاب:21)

''بے شک تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ کی ذات میں بہترین نمونہ ہے۔''

آپ ﷺ مسجد میں بھی رہے میدانِ جہاد میں بھی، حکمران بھی ہیں اور معلّم بھی؛ مگر گھر میں محبت، شفقت، تواضع اور حسنِ معاشرت کا حسین نمونہ ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ:

كَانَ فِيْ مِهْنَةِ أَهْلِهِ، فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ خَرَجَ إِلَى الصَّلَاةِ.

(صحیح بخاری، کتاب: اخلاق کے بیان میں، باب: آدمی اپنے گھر میں کیا کرتا رہے، حدیث: 6039)

''آپ ﷺ اپنے گھر والوں کے کام میں مشغول رہتے، پھر جب نماز کا وقت آتا تو نماز کے لیے تشریف لے جاتے۔''

گھر کے کام میں معاونت اور اہلِ خانہ کے جذبات کا خیال رکھنا عظمت کے خلاف نہیں بلکہ سنتِ نبوی ہے۔

رسولِ اکرم ﷺ نے گھر کو غلبے کے بجائے محبت و رفاقت کا مرکز بنایا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ دوڑ کا مقابلہ کرنا اور ان کی بات توجہ سے سننا ازدواجی زندگی میں Emotional Bonding کی اہمیت واضح کرتا ہے۔

خلقِ عظیم و اسوہ کامل حضور کا
آدابِ زیست سارے جہاں کو سکھا گیا

اختلافِ رائے انسانی فطرت ہے، اصل مسئلہ اختلاف نہیں بلکہ اختلاف کا طریقہ ہے۔ معمولی اختلاف کو انا کی جنگ بنانا خاندانی سکون تباہ کر دیتا ہے۔

رسولِ اکرم ﷺ نے غصے کے بارے میں فرمایا:

لَيْسَ الشَّدِيدُ بِالصُّرَعَةِ، إِنَّمَا الشَّدِيدُ الَّذِيْ يَمْلِكُ نَفْسَهُ عِنْدَ الْغَضَبِ.

(صحیح مسلم، کتاب: حسن سلوک، صلہ رحمی اور ادب، حدیث: 6644)

''طاقتور وہ نہیں جو لوگوں کو پچھاڑ دے، بلکہ طاقتور وہ ہے جو غصے کے وقت اپنے نفس پر قابو رکھے۔''

کتنے ہی گھر ایک لمحے کے غصے سے برسوں کی محبت کھو دیتے ہیں، اس لیے اختلاف میں حسنِ گفتگو اور غصے میں ضبط ضروری ہے۔

طلاق: آخری حل، پہلا ردِعمل نہیں

اسلام نے طلاق کو مطلقاً ممنوع قرار نہیں دیا، کیونکہ بعض حالات میں علیحدگی ناگزیر ہو سکتی ہے تاہم اسے غصے، انتقام یا دباؤ کا ہتھیار بنانا درست نہیں۔

قرآنِ کریم نے اختلاف کی صورت میں اصلاح اور ثالثی کا راستہ دکھایا:

وَإِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوا حَكَمًا مِنْ أَهْلِهِ وَحَكَمًا مِنْ أَهْلِهَا إِنْ يُرِيدَا إِصْلَاحًا يُوَفِّقِ اللَّهُ بَيْنَهُمَا. (سورۃ النساء:35)

''اور اگر تمہیں دونوں کے درمیان اختلاف کا اندیشہ ہو تو ایک منصف مرد کے خاندان سے اور ایک منصف عورت کے خاندان سے مقرر کرو؛ اگر دونوں اصلاح چاہتے ہوں تو اللہ ان دونوں میں موافقت پیدا فرما دے گا۔''

رشتہ ٹوٹنے سے پہلے اصلاح، ثالثی اور حکمت سے فیصلہ خاندانی استحکام کا راستہ ہے۔ کامیاب خاندان وہ ہے جو اختلاف کے باوجود رشتہ نہیں توڑتا بلکہ اسے بچانے کی کوشش کرتا ہے۔ بقول عثمان مینائی:

شجر کی شاخ کو پت جھڑ میں بھی نہیں چھوڑا
یہ لگ رہا ہے پرندہ وہ خاندانی ہے

والدین اور اولاد: تربیت و احترام

خاندان کی جڑ والدین کا احترام اور اس کی بنیاد اولاد کی صالح تربیت ہے۔ آج Generation Gap کے باعث والدین اور اولاد ایک دوسرے کے بدلتے حالات کو سمجھنے میں دشواری محسوس کرتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب اعمال میں وقت پر نماز ادا کرنے کے بعد والدین کے ساتھ حسنِ سلوک ہے۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر:7534)

جدیدیت (Modernity) کا مطلب اپنی جڑوں سے کٹ جانا نہیں، ترقی وہی ہے جو جدید تقاضوں کے ساتھ دینی اقدار اور بزرگوں کا احترام محفوظ رکھے۔ اور اولاد اللہ تعالیٰ کی نعمت بھی ہے اور امانت بھی۔ قرآنِ کریم فرماتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا. (سورۃ التحریم:6)

''اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اس (جہنم کی) آگ سے بچاؤ۔''

والدین کی ذمہ داری صرف سہولتیں فراہم کرنا نہیں بلکہ ایمان، محبتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، سچائی، حیا، نماز، ادب اور ذمہ داری کی تربیت کرنا ہے۔

رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا:

''اپنی اولاد کو سات سال کی عمر میں نماز کا حکم دو۔'' (سنن أبي داؤد، حدیث نمبر:495)

تربیت مسلسل توجہ اور عملی نمونے کا تقاضا کرتی ہے؛ بچوں کی تربیت الفاظ سے زیادہ کردار سے ہوتی ہے۔

سوشل میڈیا اور مادیت

سوشل میڈیا اور موبائل کا بے اعتدال استعمال بھی خاندانی بحران کا اہم سبب ہے۔ایک ہی کمرے میں افراد اپنی اسکرینوں میں مصروف ہوں تو جسمانی قربت کے باوجود جذباتی قربت (Emotional closeness) ختم ہونے لگتی ہے۔مزید یہ کہ سوشل میڈیا دوسروں کی زندگیوں کی مصنوعی تصویر دکھا کر موازنے اور بے اطمینانی کو جنم دیتا ہے۔

قرآنِ کریم فرماتا ہے:

وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِنْهُمْ۔(سورۃ طہ:131)

''اور اپنی نگاہیں ان چیزوں کی طرف نہ اٹھاؤ جن کے ذریعے ہم نے ان میں سے مختلف لوگوں کو فائدہ پہنچایا ہے۔''

خوش حالی دوسروں سے موازنے میں نہیں بلکہ اپنی نعمتوں پر شکر اور گھر کے سکون کی حفاظت میں ہے۔

''اپنا موازنہ دوسروں سے نہ کرو، سورج اور چاند بے مثال ہیں، لیکن ہر ایک اپنے وقت پر چمکتا ہے۔''

اسی طرح مادہ پرستی (Materialism) اور نمود و نمائش نے بھی خاندانی زندگی کو متاثر کیا ہے۔شادی اور دیگر تقریبات بعض اوقات محبت کے بجائے Social Status کے اظہار کا ذریعہ بن جاتی ہیں، جبکہ غیر ضروری اخراجات اور مقابلہ رشتے کی اصل روح کو کمزور کرتے ہیں۔اسلام نے سادگی، قناعت اور اعتدال کی تعلیم دی ہے:

وَكُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ.(سورۃ الاعراف:31)

''کھاؤ اور پیو اور اسراف نہ کرو، بے شک اللہ تعالیٰ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔''

خاندان کی خوش حالی کثرتِ اشیاء میں نہیں بلکہ قناعت، شکر، محبت اور سکون میں ہے۔رسولِ اکرم ﷺ کی خانگی زندگی سادگی کا حسین نمونہ تھی۔آسائش (Luxury) زندگی کو خوب صورت تو بنا سکتی ہے، مگر اسے خوش گوار محبت ہی بناتی ہے۔

خاندانی بحران کا نبوی حل

خاندانی بحران کا سب سے مؤثر علاج رحمت، حسنِ اخلاق اور سیرتِ نبوی ﷺ سے وابستگی ہے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ۔ (سورۃ الانبیاء:107)

''اور ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر ہی بھیجا ہے۔''

قوانین، معاشی آسودگی اور جدید Counselling اپنی جگہ اہم ہیں، لیکن اخلاق و کردار کی اصلاح کے بغیر کوئی نظام مکمل کامیابی نہیں دے سکتا۔

سیرتِ نبوی ﷺ ہمیں یہ اصول دیتی ہے: محبت ہو مگر حدود کے ساتھ، اختلاف ہو مگر ادب کے ساتھ، غصہ ہو مگر ضبط کے ساتھ، غلطی ہو مگر معافی کے ساتھ، حقوق کا مطالبہ ہو مگر فرائض کے احساس کے ساتھ، اولاد ہو تو تربیت ہو، والدین ہوں تو احترام و خدمت ہو، اور گھر کو محض رہائش نہیں بلکہ عبادت، تربیت اور سکون کا مرکز سمجھا جائے۔

اختتامیہ

حقیقت یہ ہے کہ معاشرے کی اصلاح کا آغاز گھر کی دہلیز سے ہوتا ہے۔گھر سنوریں تو نسلیں سنورتی ہیں، اور نسلیں سنوریں تو معاشرہ سنورتا ہے۔

ہمیں جدید سہولتوں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنی دینی و خاندانی اقدار کی حفاظت کرنی ہے؛ ٹیکنالوجی ہمارے ہاتھ میں ہو، دل پر نہ ہو؛ سوشل میڈیا ہماری ضرورت ہو، زندگی نہ ہو؛ دولت ہماری خدمت کرے، ہم اس کے غلام نہ بنیں۔

آخرکار خاندانی بحران کا علاج یہی ہے کہ ہمارے گھر قرآن کی رہنمائی، سنت کی تربیت، محبت کی بنیاد، رحمت کی روح اور تقویٰ کی نگرانی میں چلیں؛ کیونکہ گھر صرف رہنے کی جگہ نہیں، قوموں کے مستقبل کی تعمیر گاہ ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمارے گھروں کو محبت، رحمت، سکون، ایمان اور باہمی الفت کا گہوارہ بنائے اور انہیں سیرتِ مصطفیٰ ﷺ کا آئینہ دار بنائے۔

آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

☆☆☆☆☆☆

دار الافتاء جامعہ نعیمیہ

علامہ اقبال روڈ گڑھی شاہو، لاہور، پاکستان۔

کمپیوٹر نمبر:28,321/26 daruliftajamianaeemia@gmail.com تاریخ:18/08/2026

کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایسی نینو چپ جس پر مکمل قرآنِ مجید کندہ ہو، اسے انگوٹھی، بریسلٹ، ہار، تسبیح وغیرہ میں نگینے وغیرہ کے نیچے رکھ کر دینا، اس طرح اس کا استعمال کرنا جائز ہے؟ نیز کیا ایسی مصنوعات کی تیاری، خرید وفروخت اور استعمال کی اجازت ہے؟ اور کیا اس چپ کا حکم مصحفِ قرآن کا ہوگا یا اس کی نوعیت الگ ہونے کی وجہ سے اس کا حکم بھی مختلف ہوگا نینو چپ سے مراد نکتے کی طرح مختصر سی ایک ایسی ڈیوائس ہے جس پر مکمل قرآن مکتوب ہوتا ہے جس کو خاص دور بین (الیکٹرون میکروسکوپ) کے ذریعے ہی دیکھا اور پڑھا جا سکتا ہے۔ باقی تمام دور بینیں یا بصری رویت اس کو دیکھنے سے عاجز ہیں؟ اس حوالہ سے شرعی رہنمائی فرمائیں۔

سائل: چوہدری محمد ضلیح

بسم اللّٰہ الرَّحمٰن الرَّحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللّٰھم ھدایۃ الحق والصواب

صورتِ مسئولہ میں سب سے پہلے یہ وضاحت ضروری ہے کہ مذکورہ نینو چپ میں قرآنِ مجید کی موجودگی کس صورت میں ہے؟ اور اس کا انگوٹھی، بریسلٹ اور ہار وغیرہ میں استعمال کیسا ہے؟ اس چپ کی بنیادی طور پر دو صورتیں ہوسکتی ہیں۔ (اول) قرآنِ مجید صرف الیکٹرانک میموری یا ڈیجیٹل ڈیٹا کی صورت میں چپ کے اندر محفوظ ہو یعنی چپ کی سطح پر قرآنِ مجید کے حروف حقیقتاً لکھے یا کندہ نہ ہوں بلکہ مخصوص آلہ کے ذریعے اس ڈیٹا کو اسکرین وغیرہ پر ظاہر کیا جائے۔ (دوم) قرآنِ مجید کے حروف کو کسی بھی آلہ کے ذریعے چپ کے اوپر حقیقتاً نقش و کندہ کیا گیا ہو۔ اگرچہ وہ اتنے باریک ہوں کہ عام آنکھ سے نظر نہ آئیں بلکہ کسی مخصوص آلے کے ذریعے ہی پڑھے جا سکیں۔

صورت اول میں چپ کا استعمال جائز ہے کیونکہ وہ مصحف نہیں بلکہ ڈیجیٹل طریقے سے محفوظ

کیا ہوا قرآن ہے اور یہ ایسے ہے جس طرح موبائل فون میں قرآن مجید کو ایپ کی شکل میں اوپن کرنا ہوتا ہے اور یہ قرآن پاک سکرین پر مکتوب یا منقش نہیں ہوتا بلکہ میموری میں محفوظ ہوتا ہے جس کو مخصوص ایپس کے ذریعے سکرین پر ظاہر کر کے پڑھا جاتا ہے اور یہ کھولنا موبائل کو مصحف نہیں بناتا کیونکہ حقیقتاً قرآن پاک وہاں مکتوب موجود نہیں البتہ جب قرآن ایپ اوپن ہو جائے تو وہ قابل تعظیم ہے اور اس کا احترام بھی ضروری ہے کیونکہ موبائل میں موجود الفاظ تو قرآن مجید کے ہی ہیں اور قرآن مجید شعائر اللہ میں سے ہے اسکی تعظیم بھی لازم ہے۔جس طرح کہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے۔''**ذٰلِکَ وَمَنْ یُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللّٰهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَی الْقُلُوبِ**''،''یہ (حکم) ہے اور جو شخص اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کرے تو بے شک یہ دلوں کے تقویٰ سے ہے۔''(سورۃ الحج، آیت:32) نیز دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا: ''**ذٰلِکَ وَمَنْ یُعَظِّمْ حُرُمَاتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَیْرٌ لَهُ عِنْدَ رَبِّهِ**''،''یہ ہے اور جو اللہ کی حرمتوں کی تعظیم کرے تو وہ اس کے لئے اس کے رب کے یہاں بھلا ہے۔(سورۃ الحج، آیت:30)

اور دوسری صورت میں اتنی چھوٹی سی ڈیوائس/چپ میں مکمل قرآن پاک کا محفوظ ہونا اور وہ بھی کتابت کی صورت میں اپنی جگہ ایک عجوبہ ہے اور حفاظت قرآن کا ایک ذریعہ بھی ہے۔اور پاس موجود ہونا باعث خیر و برکت بھی ہے لیکن اتنا باریک اور چھوٹا لکھنا شرعاً ممنوع ہے۔فقہائے کرام کے نزدیک اتنا باریک لکھنا مکروہ ہے۔جس طرح شیخ نظام الدین اولیاء اور جماعت علمائے ہند بیان کرتے ہیں۔''عَنْ أَبِی حَنِیفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَی أَنَّهُ یُكْرَهُ أَنْ یُصَغَّرَ الْمُصْحَفُ وَأَنْ یَكْتُبَهُ بِقَلَمٍ دَقِیقٍ وَهُوَ قَوْلُ أَبِی یُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَی''،''امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ بات منقول ہے کہ مصحف وہ چھوٹا کرنا اور باریک قلم سے لکھنا مکروہ ہے۔یہی کال امام ابو یوسف رحمہم اللہ کا بھی ہے۔''(الفتاوی الھندیہ، ج5،ص323، دار الفکر)

اگر ایسا ہی ہے یعنی چپ/ڈیوائس کے اوپر قرآن پاک مکتوب یا منقش ہے تو اس کی تعظیم و توقیر ادب واحترام لازم ہے اور انگوٹھی یا بریسلٹ میں اس کو رکھنا اس کے آداب کے منافی ہے۔کیونکہ انگلیوں اور بازو میں ہونے سے اس کے آداب ملحوظ نہیں رہ سکتے۔اس لیے ان میں انہیں استعمال نہ کیا جائے اور بالخصوص بیت الخلا میں جاتے وقت ان کو محفوظ جگہ یا جیب میں ڈال دیا جائے۔جس طرح شیخ عبدالرحمٰن بن محمد آفندی لکھتے ہیں۔''وَكَذَا دُخُولُ الْخَلَاءِ وَفِی إصْبَعِهِ خَاتَمٌ فِیهِ شَیْءٌ

مِنُ الْقُرُآنِ اَوُ مِنُ اَسُمَاءِ اللّٰهِ -تَعَالَى لِمَا فِيهِ مِنُ تَرُكِ التَّعُظِيما ''، ''اسی طرح ایسے شخص کے لیے بیت الخلاء میں داخل ہونا بھی مکروہ ہے جس کی انگلی میں ایسی انگوٹھی ہو جس پر قرآنِ کریم کا کچھ حصہ یا اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے کوئی اسم لکھا ہوا ہو؛ کیونکہ اس میں قرآن یا اسمائے الٰہی کی تعظیم کو ترک کرنا پایا جاتا ہے۔'' (مجمع الانھر فی شرح ملتقی الابحر، ج 1، ص 26، داراحیاء التراث) اس وجہ سے فقہاء کرام نے اس طرح کی انگھوٹی کو پہن کر بہت الخلاء جانے منع کیا ہے۔ جس طرح علامہ زین الدین ابراھیم بن محمد المعروف ابن نجیم حنفی رحمۃ اللہ علیہ البحر الرائق میں فرماتے ہیں: ''وَيُكْرَهُ اَنْ يَدْخُلَ الْخَلَاءَ وَمَعَهُ خَاتَمٌ مَكْتُوبٌ عَلَيْهِ اسْمُ اللّٰهِ تَعَالَى اَوُ شَيْءٌ مِنَ الْقُرْآنِ ''، ''اس شخص کا بیت الخلاء میں ایسی انگوٹھی کے ساتھ داخل ہونا مکروہ ہے جس پر اللہ تعالیٰ کا نام یا قرآنِ کریم میں سے کوئی چیز لکھی ہوئی ہو۔'' (البحر الرائق شرح کنز الدقائق، کتاب الطہارت، ج 1 ص 256، دارالکتب الاسلامی)

اس طرح شیخ عبدالرحمٰن بن محمد افندی رحمۃ اللہ علیہ مجمع الانھر میں لکھتے ہیں۔ ''وَلَوْ كَانَ مَا فِيهِ شَيْءٌ مِنُ الْقُرُآنِ اَوُ مِنُ اَسُمَاءِ اللّٰهِ تَعَالَى فِي جَيْبِهِ لَا بَأْسَ بِهِ وَكَذَا لَوْ كَانَ مَلْفُوفًا فِي شَيْءٍ لَكِنَّ التَّحَرُّزَ اَوْلَى ''، ''اور اگر قرآنِ کریم کا کچھ حصہ یا اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے کوئی اسم کسی شخص کی جیب میں ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ اسی طرح اگر وہ کسی چیز میں لپٹا ہوا ہو تب بھی حرج نہیں لیکن احتیاط کرنا زیادہ بہتر ہے۔'' (مجمع الانھر فی شرح ملتقی الابحر، ج 1، ص 26، داراحیاء التراث)

بہرحال یہ تعظیم وتوقیر قرآن پاک مکتوب ہونے کی وجہ سے ہے ورنہ باقاعدہ اسکو مصحف کا نام دینا جبکہ انسانی بصری رؤیت اس کو پڑھنے بلکہ اسکو محسوس کرنے سے بھی عاجز ہے بلکہ عام دوربین اور کیمرے بھی اس تحریری قرآن پاک کا ادراک کرنے سے کوسوں دور ہیں اس لیے اس کو مصحف کہنا قرین قیاس نہیں ہے لیکن بہرحال تعظیم لازم ہے اور یہ ایسے ہے جیسے درھم پر آیت لکھی ہو۔ اور اس شئی کو بغیر وضو کے چھونا حرام ہے جس پر قرآن مجید کندہ ہو۔ چنانچہ امام علاء الدین ابوبکر بن مسعود کاسانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''وَلِاَنَّ تَعْظِيمَ الْقُرْآنِ وَاجِبٌ، وَلَيْسَ مِنَ التَّعْظِيمِ مَسُّ الْمُصْحَفِ بِيَدٍ حَلَّهَا حَدَثٌ ...وَلَا مَسُّ الدَّرَاهِمِ الَّتِي عَلَيْهَا الْقُرْآنُ، لِاَنَّ حُرْمَةَ الْمُصْحَفِ كَحُرْمَةِ مَا كُتِبَ مِنْهُ، فَيَسْتَوِي فِيهِ الْكِتَابَةُ فِي الْمُصْحَفِ وَعَلَى الدَّرَاهِمِ ''، ''اس لیے کہ قرآن کی تعظیم واجب ہے اور قرآن کی تعظیم میں یہ

بات شامل نہیں کہ بے وضو ہاتھ سے مصحف کو چھوا جائیاوران دراہم کو بھی نہ چھوا جائے جن پر قرآن لکھا ہو کیونکہ مصحف کی حرمت اس چیز کی حرمت جیسی ہے جس پر قرآن میں سے کچھ لکھا گیا ہو۔لہٰذا اس معاملے میں برابر ہے کہ کتابت مصحف میں ہو یا دراہم پر۔''(بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع ،کتاب الطہارت، ج1،ص33، دار الکتب العلمیۃ)اسی لیے امام علی بن ابی بکر مرغینانی رحمۃ اللہ علیہ الہدایہ میں فرماتے ہیں:''وَلَيسَ لَـهُمْ مَسُّ الْمُصْحَفِ إِلَّا بِغِلَافِهِ، وَلَا اَخْذُ دِرْهَمٍ فِيهِ سُورَةٌ مِنَ الْقُرْآنِ إِلَّا بِصُرَّتِهِ، وَكَذَا الْمُحْدِثُ لَا يَمَسُّ الْمُصْحَفَ إِلَّا بِغِلَافِهِ ''؛''حائضہ، جنب وغیرہ مصحف کو غلاف کے بغیر نہ چھوئیں اور ایسا درہم جس پر قرآن کی کوئی سورت لکھی ہوا سے بھی اس کی تھیلی کے بغیر نہ پکڑیں اور اسی طرح بے وضو شخص بھی مصحف کو غلاف کے بغیر نہ چھوئے۔''(الھدایۃ شرح بدایۃ المبتدی، کتاب الطہارت، باب الحیض والاستحاضۃ، ج 1،ص 33، دار احیاء التراث العربی)اس عبارت سے واضح ہوا کہ قرآنِ مجید کے احکام صرف کاغذی مصحف تک محدود نہیں بلکہ جہاں قرآن کے حروف حقیقتاً مکتوب ہوں وہاں ان حروف کی تعظیم بھی لازم ہے۔

اور ہم نے اس کمپنی کی ویب سائٹ سے اس چپ کی حقیقت کے بارے میں معلومات لی تو ان کا دعویٰ یہ تھا کہ برقی شعاعوں کے ذریعے قرآن پاک صرف ظاہر نہیں ہوتا بلکہ ہم نے مکمل قرآن پاک اس چپ پر منقش کیا ہوا ہے اور پھر اس کو اطراف سے جیولری میں چھپا دیا ہے تا کہ اسکی تعظیم ملحوظ رہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ مذکورہ چپ پر مکمل قرآن پاک منقش کر کے اس کو انگوٹھیوں ، بریسلٹ اور لاکٹ/ہار وغیرہ میں استعمال کرنا ایسا ہے جسکی ضرورت نہ شرعی ہے نہ کسی اور اعتبار سے ہے۔محض فیشن ،ڈیزائن اور جیولری کو مذہبی رنگ دینا اور قرآن کے نزول کا مقصد اس کو پڑھنا اس سے علم وشعور اور احکام حاصل کر کے ان پر عمل کرنا ہے نہ کہ ڈیوائس پر منقش کروا کے زیورات بنانا ہے۔اور اس طرح کرنے سے قرآن پاک کی اہمیت وعظمت اور احترام بھی متاثر ہوگا کہ پاک ناپاک ہر مرد وعورت استعمال کرے گی ۔اتار کر احترام سے محترم جگہ رکھتا بھی ہوگا یا نہیں؟اس میں بے احتیاطی اغلب ہے اس لیے ایسی چپ کو زیورات میں استعمال کرنے کی اجازت نہیں ہے۔۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبـــــہ:(مفتی) احمد معاذ (غفرلہ)	الجواب صحیح
المتخصص فی الفقہ الاسلامی	ابوالانوار (مفتی) محمد مدنی سعیدی غفرلہ
۴ربیع الاول ۱۴۴۸ھ بمطابق ۱۸اگست ۲۰۲۶ء	۴ربیع الاول ۱۴۴۸ھ بمطابق ۱۸اگست ۲۰۲۶ء

☆☆☆☆☆☆☆

عرفات میں گلستانِ نصیر

بنام

نعیم مہرو رضا

بچہ کار آیدت زگل طبقے!	☆	از گلستان من ببر ورقے
گل ہمیں پنج روز شش باشد	☆	ویں گلستان ہمیشہ خوش باشد
پھولوں کا طبق تیرے کس کام آئے گا	☆	میری گلستان کا ایک ورق لے جا
پھول یہی پانچ چھ روز رہے گا	☆	اور یہ گلستان ہمیشہ تازہ رہے گا
	☆	(حضرت سعدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)
پریشان پھول افسردہ شگوفے منتشر کلیاں	☆	بہار آئے تو رنگ گلستاں ایسا بھی ہوتا ہے
پیدا کہاں ہیں ایسے پراگندہ طبع لوگ	☆	افسوس! تم کو میر سے صحبت نہیں رہی

تراشہ نمبر 1

والدین بچوں کی خود حفاظت کریں

کسی بھی معاشرے کا سب سے قیمتی سرمایہ اس کے بچے ہوتے ہیں۔ اگر بچے محفوظ ہوں تو قوم کا مستقبل محفوظ ہوتا ہے۔ اگر ان کی جسمانی، ذہنی اور اخلاقی حفاظت خطرے میں پڑ جائے تو معاشی منصوبہ یا کوئی سیاسی کامیابی اس نقصان کا ازالہ نہیں کر سکتی۔ بدقسمتی سے پاکستان سمیت دنیا بھر میں ایسے واقعات میں اضافہ دیکھا جا رہا ہے جن میں معصوم بچے استحصال، ہراسانی، اغواء اور آن لائن جرائم کا شکار بن رہے ہیں۔ ایسے حالات میں ہر والدین کو یہ حقیقت تسلیم کر لینی چاہیے کہ بچوں کی حفاظت کی پہلی اور سب سے بڑی ذمہ داری خود ان پر عائد ہوتی ہے۔ والدین کی معمولی سی غفلت بعض اوقات پوری زندگی کا پچھتاوا بن جاتی ہے، کم عمر بچوں کو اکیلے بازار بھیج دینا، انہیں کسی کے گھر تنہا چھوڑ دینا یا سمجھ لینا کہ چونکہ فلاں شخص قریبی رشتہ دار یا

جاننے والا ہے اسی لیے کوئی خطرہ نہیں، ایک خطرناک سوچ ثابت ہو سکتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ جرم کسی رشتے کا محتاج نہیں ہوتا۔ اکثر مجرم بچوں کے اعتماد، معصومیت اور تنہائی کا فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اس لیے اندھا اعتماد کرنے کی بجائے دانش مندانہ احتیاط ضروری ہے۔ اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ ہر رشتہ دار مشکوک ہے بلکہ یہ کہ بچے کی حفاظت کے معاملے میں احتیاط کو کبھی ترک نہیں کرنا چاہیے۔ انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا نے جہاں علم اور رابطوں کے نئے دروازے کھولے۔ وہیں بے حیائی، فحاشی و عریانی اور اخلاقی انحطاط کے بھی بے شمار راستے پیدا کیے ہیں۔ مختصر ویڈیوز پر مبنی بعض پلیٹ فارمز، جن میں ٹک ٹاک سمیت دیگر ایپس شامل ہیں، پر غیر اخلاقی مواد، نامناسب رجحانات اور کم عمر صارفین کے لیے نقصان دہ مواد کے حوالے سے دنیا بھر میں بحث ہوتی رہی ہے۔

پاکستان میں بھی متعلقہ ادارے متعدد مواقع پر ایسے مواد کے خلاف کارروائی اور پلیٹ فارمز کو مؤثر نگرانی کے لیے ہدایات جاری کر چکے ہیں۔ ماہرین اور بچوں کے تحفظ پر کام کرنے والے اداروں نے خبردار کیا ہے کہ آن لائن دنیا میں بچوں کو صرف نامناسب مواد نہیں بلکہ ایسے افراد سے بھی خطرہ ہو سکتا ہے جو دھوکے، دوستی یا مختلف بہانوں سے ان تک رسائی حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اسی لیے بچوں کی آن لائن سرگرمیوں پر والدین کی نگرانی، مناسب راہ نمائی اور کھلی گفتگو انتہائی ضروری ہے۔ اسلام نے بھی بچوں کی حفاظت کو محض اخلاقی نصیحت نہیں بلکہ شرعی ذمہ داری قرار دیا جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ''تم میں سے ہر شخص نگہبان ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔'' (صحیح بخاری، حدیث: 893)

والدین اپنے بچوں کے نگہبان ہیں اس لیے ان کی حفاظت، تربیت اور نگرانی ان کی دینی ذمہ داری بھی ہے۔ والدین کو چاہیے وہ بچوں کے ساتھ ایسا دوستانہ تعلق قائم کریں کہ اگر کسی نے انہیں غلط انداز میں چھونے کی کوشش کی ہو، ڈرایا ہو یا کوئی نامناسب بات کہی ہو تو وہ بلا خوف اپنے والدین کو بتا سکیں۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ کئی بچے صرف اس لیے خاموش رہتے ہیں کہ انہیں ڈانٹ، شرمندگی یا کسی کے ناراض ہونے کا خوف ہوتا ہے۔ یہ خاموشی ہی مجرم کی سب سے بڑی طاقت بن جاتی ہے۔ یہاں حکومت کی ذمہ داری بھی کسی صورت کم نہیں ہوتی۔ ریاست کو چاہیے کہ انٹرنیٹ پر پھیلنے والے فحش، غیر اخلاقی اور بچوں کے لیے نقصان دہ مواد کی روک تھام کے لیے جدید ٹیکنالوجی، مؤثر نگرانی اور سخت قانونی اقدامات کو مزید مضبوط بنائے۔ سوشل میڈیا

کمپنیوں کو بھی پاکستان کے قوانین کے مطابق بچوں کے تحفظ اور غیر قانونی مواد کی فوری نگرانی کا پابند بنایا جانا چاہیے۔اس کے ساتھ ایسے افراد کے خلاف جن پر عدالت میں جرم ثابت ہو جائے قانون کے مطابق عبرتناک سزا کا مؤثر نفاذ بھی ناگزیر ہے تاکہ یہ سزا معاشرے میں دوسرے کے لیے تنبیہ بنے، صرف گرفتاریاں یا مقدمات کافی نہیں بلکہ انصاف کا بروقت اور مؤثر نفاذ ہی جرائم کی روک تھام میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ اسکولوں، مدارس، مساجد اور میڈیا کے ذریعے بچوں کے تحفظ سے متعلق مستقل آگاہی مہم چلائی جائے۔بچوں کو ان کی عمر کے مطابق یہ سکھایا جائے ان کے جسم کی حرمت کیا ہے؟ کونسا رویہ قابل قبول نہیں اور کسی بھی مشتبہ صورت حال میں انہیں فوراً کس سے رابطہ کرنا چاہیے۔یہ تعلیم انہیں خوفزدہ کرنے کیلئے نہیں بلکہ محفوظ بنانے کے لیے ہے۔آخر میں ہر والدین سے گزارش ہے کہ بچوں کی حفاظت کو محض قسمت یا دوسروں کی دیانت پر نہ چھوڑیں۔ انہیں اکیلا بھیجنے، غیر ضروری طور پر تنہا چھوڑنے یا ان کی آن لائن زندگی سے بے خبر رہنے کی عادت ترک کیجئے، بچوں کو دین، حیا، اعتماد اور احتیاط کی ایسی تربیت دیجئے جو انہیں زندگی بھر محفوظ رکھ سکے۔یاد رکھیں! ایک لمحے کی غفلت کبھی کبھی پوری زندگی کے آنسو بن جاتی ہے، جبکہ ایک لمحے کی احتیاط ایک معصوم زندگی تباہ ہونے سے بچا سکتی ہے۔

(ہفت روزہ تنظیم اہل حدیث، 7 تا 13 اگست 2026ء، 23 صفر المظفر 1448ھ)

تراشہ نمبر 2

مسلمان کی شناختی علامت

نماز مسلمان کی شناختی علامت ہے۔اللہ تعالیٰ نے اس میں ایسی روحانی تاثیر رکھی ہے جو انسان کو بے حیائی اور بُرے کاموں سے روکتی ہے مگر یہ اسی وقت ممکن ہے جب انسان نماز کو سنت نبوی کے مطابق ان آداب وشرائط کے ساتھ پڑھے گا جو اس کی صحت وقبولیت کے لیے ضروری ہیں۔مدینہ منورہ میں رہنے والے منافقین اس ڈر سے مسجد نبوی میں آکر باجماعت نماز پڑھتے تھے کہ اگر نماز نہ پڑھی تو ہمیں کافر سمجھا جائے گا اور نبی رحمت ﷺ کا ارشاد گرامی بھی ہے: **بین العبد و بین الکفر ترک الصلوٰۃ**. ’’بندے اور کفر کے درمیان فرق نماز کا چھوڑنا ہے۔‘‘ (مسلم) منافقین تو کفر کے فتوے سے بچنے کے لیے مسلمانوں کے ساتھ نماز پڑھ لیتے تھے۔آج کا مسلمان

نہ جانے کس بنا پر نماز نہیں پڑھتا؟ یا اس کو آپ ﷺ کے فرمان پر یقین نہیں رہا۔ یہاں میں ایک سوال کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ مسجد میں اذان ہو رہی ہو، آپ کسی بھی بندے کو روک کر پوچھیں یہ آواز کیسی ہے؟ فوراً کہے گا کہ اذان ہو رہی ہے۔ پوچھیں اذان کس مقصد اور کن کے لیے ہو رہی ہے؟ جواب ملے گا کہ مسلمانوں کو نماز کی طرف بلایا جا رہا ہے۔ آپ کون ہو؟ کہے گا: مسلمان۔ پھر آپ کہیں کہ آؤ نماز کے لیے چلیں، آگے سے کہے گا: کپڑے ٹھیک نہیں۔ گویا زبان سے نہیں عمل سے انکار کرے گا کہ میں نے نماز نہیں پڑھنی۔قرآن نے ایسے لوگوں کے متعلق کہا ہے کہ جب یہ عذاب جہنم میں مبتلا ہوں گے تو پوچھنے پر اقرار کریں گے: ''ہم نماز نہیں پڑھتے تھے۔''

(ہفت روزہ تنظیم اہل حدیث، 7 تا 13 اگست 2026ء، 23 صفر المظفر 1448ھ)

تراشہ نمبر 3

صاحب اربل ابوسعید مظفر الدین رحمۃ اللہ علیہ: 700 سال قبل وفات پانے والے امام شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن احمد بن عثمان الذہبی رحمۃ اللہ علیہ (وفات 748ھ) کا شمار عالم اسلام کے عظیم محدثین ومؤرخین میں ہوتا ہے۔اسماء الرجال کے موضوع پر ایک ضخیم کتاب ''**سیر اعلام النبلاء**'' میں کثیر راویوں کے حالات زندگی بیان کئے ہیں۔امام ذہبی نے اس کتاب میں سلطان صلاح الدین ایوبی کے بہنوئی اور اربل کے بادشاہ سلطان مظفر الدین ابوسعید کوکبری (وفات: 630ھ) کے بارے میں تفصیل سے لکھا ہے اور ان کی بہت تعریف کی ہے اور ان کے جشن میلاد منانے کے بارے میں لکھتے ہیں: **ملک مظفر کے محفل میلاد منانے کا تذکرہ بیان سے باہر ہے،لوگ جزیرہ عرب اور عراق سے اس محفل میں شریک ہونے کے لئے آتے۔کثیر تعداد میں گائیں، اونٹ اور بکریاں ذبح کی جاتیں اور انواع واقسام کے کھانے پکائے جاتے۔ وہ صوفیاء کے لئے کثیر تعداد میں خلعتیں تیار کرواتا اور واعظین وسیع وعریض میدان میں بیانات کرتے اور بادشاہ کثیر مال خرچ کرتا۔ابن دحیہ کلبی نے اس کے لئے ''میلاد النبی ﷺ'' کے موضوع پر کتاب تالیف کی تو بادشاہ نے اسے ایک ہزار دینار دیئے۔وہ منکسر المزاج اور راسخ العقیدہ سنی تھا،فقہاء اور محدثین سے محبت کرتا تھا۔** سبط ابن الجوزی کہتے ہیں: **مظفر الدین ہر سال میلاد پر تین لاکھ**

دینار، خانقاہوں پر دولاکھ دینار جب کہ مہمان خانوں پر ایک لاکھ دینار خرچ کرتا تھا۔اس محفل میں شریک ہونے والے ایک شخص کا کہنا ہے کہ میں نے خود شمار کیا کہ میلاد کی محفل میں اس کے دسترخوان پر پانچ ہزار بھنی ہوئی سریاں، دس ہزار مرغیاں، ایک لاکھ دودھ سے بھرے مٹی کے پیالے اور تیس ہزار مٹھائی کے تھال تھے۔

شاہ اربل کے بارے میں عظیم متکلم وشارح علامہ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: بادشاہ مظفر شاہ اربل اس معاملے میں بہت زیادہ توجہ دینے والا اور حد سے زیادہ اہتمام کرنے والا تھا۔علامہ ابوشامہ (جو امام نووی کے شیوخ میں سے ہیں) انہوں نے اپنی کتاب ''**الباعث علی انکار البدع والحوادث**''میں اس اہتمام پر اس (بادشاہ) کی تعریف کی اور فرماتے ہیں: اس طرح کے اچھے امور اسے پسند تھے اور وہ ایسے افعال کرنے والوں کی حوصلہ افزائی اور تعریف کرتا تھا۔امام جزری رحمۃ اللہ علیہ اس پر اضافہ فرماتے ہیں کہ ایسے اعمال کرنے سے صرف شیطان کی تذلیل اور اہل ایمان کی مسرت وخوشی مقصود ہے۔

شیخ ابوالطیب محمد بن ابراہیم السبتی المالکی رحمۃ اللہ علیہ: امام جلال الدین سیوطی شافعی نے الحاوی للفتاوی میں 700 سال پہلے وصال فرمانے والے شیخ امام کمال الدین الادفوی (وفات: 748ھ) کا قول نقل کیا ہے کہ ''ہمارے ایک دوست ناصر الدین محمود بن عماد نے ہمیں بتایا کہ ابوطیب محمد بن ابراہیم سبتی مالکی حضور اکرم ﷺ کی ولادت کے دن مدرسے میں چھٹی کر دیتے اور مدرسے کے استاذ فقیہ عثمان سے فرماتے: اے فقیہ! آج خوشی ومسرت کا دن ہے، بچوں کو رخصت دے دو۔ پس ہمیں رخصت دے دی جاتی۔ان کا یہ عمل ان کے نزدیک میلاد منانا اچھا ہونے کا ثبوت ہے۔شیخ محمد بن ابراہیم مالکیوں کے بہت بڑے فقیہ اور ماہر فن تھے اور بڑے زُہد و تقویٰ والے تھے۔علامہ ابوحیان اور دیگر علماء نے ان سے اکتساب فیض کیا ہے اور انہوں نے 695ھ میں وفات پائی۔(ماہنامہ فیضان مدینہ، اکتوبر 2021)

☆☆☆☆☆

Masood
100 سالہ معیار لیئے
آپ کی صحت کا ضامن
مسعود سنگل ریمیڈی
• ڈائلیوشن • مدرٹنکچر • ٹیبلٹس
CALCAREA FLUORICA 6X (Tab)
Batch #: BI 254
MOTHER TINCTURE
BERBERIS VULGARIS Ø
Ethanol Vol %: 65-75
DR. MASOOD HOMOEOPATHIC PHARMACEUTICALS (PRIVATE) LIMITED
NUX VOMICA 30
Ethanol Vol %:90
PNAC
ISO 17025:2017
HALAAL
Cert. No. HAL/062
CERTIFIED ISO COMPANY
TÜV AUSTRIA
www.masood.com.pk masoodpharma company/drmasoodpharma